مقاصد شریعت کے نقطہ نظر سے قرآن کریم کی تفسیر

(قرآن کی تفسیر میں ایک نئے منہج کے بنیادی نظریات)

تالیف

ڈاکٹر وصفی عاشور ابوزید

مترجم

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

(کتاب میں پیش کئے گئے خیالات کا ناشر کی رائے سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے، کوئی تیسرا شخص کتاب کو ویب سائٹ یا کسی اور ذریعے سے عام کرتا ہے تو اس کے مصدر اصلی کے مطابق ہونے کی ذمہ داری ناشر کی نہیں ہے)۔

نام کتاب : مقاصد شریعت کے نقطہ نظر سے قرآن کریم کی تفسیر

(قرآن کی تفسیر میں ایک نئے منہج کے بنیادی نظریات)

نحو تفسیر مقاصدی للقرآن الکریم– رؤیة تأسیسیة لمنهج جدید فی تفسیر القرآن الکریم

مصنف : ڈاکٹر وصفی عاشور ابوزید

مترجم : ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

نظر ثانی : مفتی راشد حسین ندوی

صفحات : 132

اشاعت اول : 2024

اشاعت دوم : 2026

تعداد : 500

ISBN:978-81-995727-3-7

باهتمام

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

161-ایف، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

ای میل:ifapublications2004@gmail.com

فون:011 - 26981779

بسم الله رحمن الرحيم

فہرست مضامین

۱-	مقدمہ	۹
۲-	پہلا مبحث: مقاصد پر مبنی تفسیر کی تعریف اور تفسیر کی دوسری قسموں سے اس کا تعلق	۱۵
۳-	مقاصدی تفسیر کی تعریف	۱۵
۴-	مقاصدی تفسیر کا تفسیر کی دوسری قسموں سے تعلق	۱۷
۵-	دوسرا مبحث: قرآن کریم کے مقاصد کی انواع واقسام	۲۰
۶-	اول: قرآن کریم کے مقاصد عامہ	۲۰
۷-	قرآن کے مقاصد عامہ کی معرفت کے مقاصد	۲۳
۸-	دوم: قرآن پاک کے مقاصد خاصہ (یعنی اس کے موضوعات اور دائرہ کار کے مقاصد)	۲۴
۹-	اول: کسی ایک میدان کے خاص مقاصد	۲۵
۱۰-	دوم: موضوعات میں سے کسی خاص موضوع کے مقاصد	۲۹
۱۱-	قرآن کریم کے خاص مقاصد کو جاننے کے فوائد	۳۰
۱۲-	سوم: قرآن کریم کی سورتوں کے مقاصد	۳۱
۱۳-	قرآن پاک کی سورتوں کے مقاصد جاننے کے اغراض	۳۹
۱۴-	چہارم: آیات قرآنیہ کے تفصیلی مقاصد	۳۹
۱۵-	قرآن کریم کی آیات کے تفصیلی مقاصد کی معرفت کے مقاصد	۴۱

۱۶- پنجم: قرآن پاک کے کلمات اور حروف کے مقاصد ۴۱
۱۷- قرآن کے حروف وکلمات کے مقاصد کو جاننے کی غرض ۴۷
۱۸- تیسرا مبحث: قرآن کریم کے مقاصد دریافت کرنے کے طریقے ۴۹
۱۹- اول: مقصد پر خود نص قرآنی کی دلیل ۵۰
۲۰- دوم: استقراء ۵۴
۲۱- مقاصد عامہ کی تلاش کے لئے استقراء ایک راستہ ۵۵
۲۲- مقاصد خاصہ کی دریافت کے لئے استقراء ایک ذریعہ ۵۶
۲۳- سورتوں کے مقاصد معلوم کرنے کے لئے بھی استقراء ایک راستہ ۵۶
۲۴- سوم: استنباط ۵۹
۲۵- چہارم: علماء قرآن کے تجربے اور ان کی جدوجہد ۶۱
۲۶- چوتھا مبحث: مقاصدی مفسر کے تکوینی عناصر ۶۴
۲۷- اول: عربی زبان وادب پر عبور اور اس کے استعمال کے طریقوں سے واقفیت ۶۴
۲۸- دوم: قرآن پاک پر تدبر اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا ارادہ ۶۷
۲۹- سوم: قرآن پاک پر عمل اور اس کو لے کر جدوجہد ۷۰
۳۰- چہارم: قرآن کے مقاصد عامہ کی روشنی میں امت کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے کام کا آغاز ۷۲
۳۱- پانچواں مبحث: قرآن کریم کی مقاصدی تفسیر کے اصول وضوابط ۷۵
۳۲- اول: مقصد اس کے طرق ومسالک سے خود بخود واضح ہو رہا ہے ۷۶
۳۳- دوم: مقاصدی مفسر ان بنیادی عناصر سے لیس ہو ۷۷
۳۴- سوم: نص سے ثابت شدہ اور اصلی مقاصد کو دوسرے قرآنی مقاصد پر ترجیح دی جائے ۷۹

۳۵- چہارم: قرآن کے مقاصد عامہ دوسرے مقاصد پر حاکم ہوں گے ۸۵
۳۶- پنجم: قرآن کے کلمات، آیات، سورتوں اور پورے قرآن میں ہم آہنگی بھی ضروری ہے ۸۶
۳۷- چھٹا مبحث: قرآن کریم کی مقاصدی تفسیر کے فائدے ۹۲
۳۸- اول: یہ عمل اللہ اور رسول کی اطاعت کے لئے ہوگا ۹۲
۳۹- دوم: قرآن پاک کی قدر و قیمت، اہمیت اور اتباع سے ایمان و یقین میں اضافہ ۹۵
۴۰- سوم: حسن فہم اور حفظ کو آسان بنانا ۱۰۰
۴۱- چہارم: مفسرین کے درمیان اختلاف اور مسلمانوں کے مابین تعصّبات کو کم کرنا ۱۰۱
۴۲- پنجم: فہم و تنفیذ میں محاکمہ کے لئے بحیثیت معیار ۱۰۴
۴۳- ششم: مفسرین کے اقوال و آراء میں وجہ ترجیح ۱۰۵
۴۴- ہفتم: غیر مفید چیزوں سے دوری رکھنا ۱۰۸
۴۵- ہشتم: مفید چیزوں کو بیان کرنا ۱۱۱
۴۶- نہم: فقہ اور قرآن پاک میں سنت اور اجتہاد کے فہم کی درستگی ۱۱۴
۴۷- دہم: قرآن کریم سے نکلے ہوئے علوم کی تجدید و ضابطہ بندی ۱۱۶
۴۸- خاتمہ ۱۱۸
۴۹- اہم مراجع و مصادر ۱۲۰
۵۰- مصنف کے شخصی کوائف ۱۲۶
۵۱- تصنیفات و تالیفات ۱۲۹

☆☆☆

مقدمہ

الحمد لله والصلاةوالسلام على رسول اللهﷺوعلى آله وصحبه اجمعين،

اما بعد!

قرآن پاک انسانیت کی کتاب ہے،اس نے پہلی جوآواز لگائی وہ ہے:''**یایھاالناس اعبدوا ربکم الذي خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون**''(سورۂ بقرہ:۲۱) (لوگو!بندگی اختیارکرواپنے اس رب کی جوتمہارااورتم سے پہلے جولوگ ہوگزرے ہیں ان سب کا خالق ہے،تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہوسکتی ہے)،قرآن میں ایک پوری سورت ''انسان'' کے نام سے نازل کی گئی ہے،اس کی آخری سورت'الناس' ہے:قرآن کا آخری لفظ الناس(انسانوں) ہے،لفظ الناس قرآن میں ۲۴۰ بارآیا ہے،جبکہ کلمہ''بنی آدم'' چاربارآیا ہے،یوں اگرقرآن کوکوئی نام دیاجاسکتاہوتواسےانسانیت کی کتاب کہاجاسکتاہے۔

صرف امت مسلمہ نے ہی نہیں، بلکہ پوری انسانیت نے قرآن پاک کے ساتھ بڑا اعتنا کیا ہے، اتنا زیادہ اعتناء کسی اورآسمانی کتاب کے ساتھ نہیں کیا گیا،کسی آئین،کتاب یا انسانی دستوروقانون کاتوذکرہی کیا،چنانچہ قرآن کی تفسیر،تدبربحث وتحقیق وغیرہ کواتنی توجہ دی گئی جوکسی اورکتاب کونہیں دی گئی،اورقرآن کریم کی خدمت کے لئےعلوم وفنون کی وہ دنیاآبادکرلی گئی جوکسی اورکتاب کے لئےممکن نہیں ہوا، یہاں تک کہ اس کی تفسیروتوضیح کےسلسلہ میں پورے مکاتب فکروجودپذیرہوئے،مثلاً ایک نظریہ تفسیربالماثورکاہے،ایک تفسیربالرائے کا،ایک مسلکی تفسیر ہے،توایک لغوی تفسیر ہے،،ایک بلاغت ونحو پرمبنی ہے،توایک سائنسی تفسیر ہے،نیز ایک عقائدکی اورفلسفیانہ تفسیر ہے،ان کےعلاوہ تفسیر کےاوربھی رجحانات ہیں،ان رجحانات میں سے

ہر رجحان کی کئی کئی تفسیریں؛ بلکہ بعض اوقات کسی ایک رجحان کی دسیوں تفسیریں مل جاتی ہیں، اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اس لایزال وزندہ کتاب کی کیا قدر و قیمت ہے اور انسانیت نے اس پر کیسی توجہ دی ہے اور کتنا اہتمام کیا ہے، اس کتاب کے کیا امتیاز وخصائص ہیں، اس میں کیا کیا اصول پنہاں ہیں، جنہوں نے قیامت تک کے لئے اسے ایک کتاب زندہ اور زمان ومکان سے بالاتر وثیقہ بنادیا ہے۔

ان رجحانات میں سے جن پر گفتگو کرنا ہے، نیز جن کے لئے اصول بنانا اور جن کی توضیح وتشریح کرنا واجب ہے، سب سے اہم رجحان قرآن کریم کی مقاصد شریعت پر مبنی تفسیر کا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کو بلند مقاصد اور نہایت ارفع واعلی غایتوں کے لئے نازل فرمایا ہے، جن کا مطلوب تمام انسانیت کی ہدایت اور دنیا وآخرت میں اس کو خوش بخت بنانا ہے۔

اس لئے دوسرے رجحانات پر اس رجحان کو مقدم رکھنا چاہئے کیونکہ یہ ایک معیاری نقطہ نظر ہے، اور دوسرے رجحانات اور نقطہ ہائے نظر پر حکم ہے، اس طرح کہ ہم قرآن کریم کی مقاصد شریعت پر مبنی تفسیر کے رجحان کی روشنی میں دوسرے مکاتب فکر اور دوسرے رجحانات کی تقویم، جائزہ، تجزیہ وتجدید کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک کو صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں جا سکتا ہے نہ اس کو صحیح مقام دیا جا سکتا ہے اور نہ امت کی موجودہ صورت حال میں اس سے ٹھیک سے رہنمائی لی جا سکتی ہے، جب تک ہم قرآن پاک سے استفادہ انہیں مقاصد کو سامنے رکھ کر نہ کریں جو قرآن نے خود بتائے ہیں، یا اس کی شرح وتفسیر کے ذرائع سے سامنے آتے ہیں، لہذا ہمیں اسی حوالہ سے قرآن پر نظر ڈالنی ہے جس سے اس کی مراد سامنے آئے مقاصد معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن انسانوں سے کیا چاہتا ہے، تاکہ انسانیت دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی وفیروزمندی کے ساحل مراد پر پہنچ جائے۔

اسی غرض سے یہ مقالہ ''نحو تفسیر مقاصدی للقرآن الکریم'' اس نئے رجحان کی تأسیس

اور اس کے لئے نشان راہ مقرر کرنے کی دعوت دیتا ہے، جو کہ ہمارے تفسیری ذخیرہ میں واضح وظاہر نہیں ہوسکے ہیں، اس کا نقطہ نگاہ بنیاد گیری، اصول سازی اور فریم ورک طے کرنے پر مرکوز ہوگا، اسی وجہ سے اس مقالہ کی ذیلی سرخی (رؤیۃ تاسیسیۃ) لگائی گئی ہے، جس میں اس مسئلہ کی تاریخ بیان ہوگی، پھر اس کے تشکیلی عناصر کی تحدید کی کوشش کی جائے گی جن پر یہ مبنی ہوگا اور جو اس کو آگے بڑھائیں گے۔

ساتھ ہی ان مقاصد اور ان کی اقسام کی تشریح وتحدید کی جائے گی، ان قسموں میں سے ہر قسم کی اہمیت اور فائدے بیان کئے جائیں گے، اس قسم کی تفسیر کی انواع کی تفصیل ہوگی اور اس بات کی کوشش ہوگی کہ اس پورے عمل کی شرائط وضوابط وضع کئے جائیں۔

اس کے بعد اس کے مقاصد کی وضاحت اور زندگی میں قرآن پاک کو برتنے میں اس کے رول کا ذکر ہوگا، جس سے اس کی اہمیت نمایاں ہوکر سامنے آئے گی، امید یہ ہے کہ اللہ کسی عالم کو یا کسی علمی ادارہ کو یا ماہرین قرآن میں سے کچھ لوگوں کو اس کی توفیق دے گا کہ وہ اپنے آپ کو پورے پروجیکٹ میں لگادیں، تاکہ ''قرآن کریم کی مقاصد شریعت پر مبنی تفسیر کا یہ منصوبہ'' تفسیر قرآن کی عمارت میں ایک نئی اینٹ بنے، اس کے مضبوط حلقوں میں سے ایک حلقہ ثابت ہو اور یوں زندگی میں قرآن پاک سے رہنمائی لینے اور امت کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں قرآن سے غذا لینے کے میدان میں آگے بڑھا جاسکے۔

اس ریسرچ کی خاکہ سازی ذیل کے نکات پر مشتمل ہوگی:

مقدمہ: جس میں موضوع کی اہمیت اور تحقیق کے خاکہ کو واضح کیا جائے گا۔

مبحث اول: مقاصد شریعت پر مبنی تفسیر کی تعریف اور تفسیر کی دوسری قسموں سے اس کے رشتہ کو بتایا جائے گا۔

مبحث دوم: اس میں قرآن پاک کے مقاصد کی انواع واقسام کو بتائیں گے۔

مبحث سوم: قرآن پاک کے مقاصد دریافت کرنے کے راستے۔

مبحث چہارم: مقاصد پر مبنی تفسیر کے عناصر تشکیل

مبحث پنجم: مقاصد پر مبنی تفسیر قرآن کے ضابطے اور قاعدے۔

مبحث ششم: مقاصد پر مبنی تفسیر قرآن کے فائدے۔

اس کے بعد خاتمہ جس میں تحقیق کے نتائج کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ آخری فصل نے زیادہ جگہ لی ہے، یعنی مقاصدی تفسیر کے مقاصد یا فوائد کی تشریح وتفصیل میں کافی وقت لگا، جو یہ بتاتا ہے کہ تفسیر مقاصدی کے فوائد، مقاصد اور متوقع نتائج بہت زیادہ، بہت متنوع اور بہت اہم ہیں، بلکہ انہیں کی وجہ سے تو ہم اس منصوبہ کے آغاز پر مائل ہوئے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اصل میں یہ تحقیقی مقالہ مقاصد شریعت اسلامیہ کے موضوع پر منعقدہ ایک علمی سمینار میں ''مقاصد القرآن الکریم'' کے نام سے پیش کیا گیا تھا، اس کے بعد اسی موضوع پر دو مذاکرے مزید ہوئے، یہ مذاکرے اور علمی سمینار لندن کا مرکز دراسات مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ منعقد کیا کرتا تھا، پہلا سمینار رباط کے مرکز المقاصد للدراسات والبحوث کے تعاون اور جامعہ محمد الخامس اکدال کے کالج برائے آرٹس اور ہیومنٹیز کے اشتراک سے مملکت المغرب (مراکش) کے رباط شہر میں منعقد ہوا، جو تین دنوں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ بتاریخ ۱۰، ۱۱، ۱۲ر شعبان ۱۴۳۶ھ، مطابق ۲۸، ۲۹، ۳۰ر مئی ۲۰۱۵ء تک جاری رہا۔

البتہ سمینار میں جو مقالہ پیش کیا گیا تھا، اس میں میں نے نئے مباحث، جدید افکار اور بہت سے جملوں کا اضافہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے اب اس کی ضخامت سمینار کے مقالے سے بہت بڑھ گئی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہ مقالہ کسی ایسے فن کی بنیاد نہیں ڈال رہا جو بالکل ہی نیا اور اچھوتا ہو، کیونکہ اس فن کے اشارات بہت سی تفسیروں میں پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر: ''تفسیر التحریر والتنویر لابن عاشور''، ''تفسیر المنار للشیخ رشید رضا'' اور ''تفسیر نظام القرآن وتأویل

الفرقان بالفرقان' للعلامہ فراہی۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ اس مقالہ سے قرآن پاک کی خدمت کے ایک اہم منصوبہ کی بنیاد پڑتی ہے، اس لئے کہ وہ تفسیر کے ایک نئے منصوبہ و پروگرام کا آغاز ہے جو قرآن کریم کے تمام مقاصد کو اپنا قبلہ اور مرکز توجہ بناتا ہے، اور اس کی ایسی تفسیر کرنا چاہتا ہو جو مکمل طور پر مقاصد پر مبنی ہو، جس میں عام مقاصد، مختلف میدانوں کے مقاصد، سورتوں، آیات اور کلمات وحروف کے مقاصد سبھی آجاتے ہوں۔

یہ ایسا منصوبہ ہے جسے کوئی ادارہ تحقیق یا ممتاز محققین کی ایک ٹیم ہی انجام دے سکتی ہے، اس کے ذریعہ وہ قرآن پاک کی خدمت کرے اور امت کو روشنی بہم پہنچائے، جس کی ضرورت فتنوں، المیوں اور بحرانوں کے اس زمانہ میں پہلے سے کہیں زیادہ ہے، اس سے امت نجات اور خلاصی کا راستہ قرآن پاک کی انوار وہدایات کی روشنی میں ہی پاسکتی ہے، اور اس کے مقاصد اور غایات کی روشنی میں یہ راستہ طے کرسکتی ہے۔

یہاں غالبا یہ اشارہ کرنا بھی مناسب ہوگا کہ جبکہ ہم قرآن پاک کے سایہ میں یہ علمی سفر شروع کر رہے ہیں تو ہمیں جاننا چاہئے کہ قرآن کریم کے مقاصد مقاصد شریعت سے کہیں زیادہ وسیع اور جامع ہیں کہ قرآن ہی سب کتابوں کی جان، سب دلیلوں کی رہنما، ملت کا سب سے بڑا سہارا، شریعت کا قطب اور عقیدہ کا نیوکلس ہے، وہ شریعت اور اس کے احکام سے زیادہ وسعت وشمولیت رکھتا ہے، اس مقدمہ پر یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے مقاصد مقاصد شریعت سے زیادہ وسعت وجامعیت رکھتے ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں عقیدہ، اخلاق، عبادات ومعاملات وآداب ہیں، اس میں سیاست، معیشت، تعلیم وتربیت، تزکیہ اخلاق، فکر اور اجتماعیت سبھی کچھ ہے، ان کے علاوہ اور بھی مختلف دائرے اور مختلف انسانی رشتوں سے بحث کی جاتی ہے، لہذا کل ملا کر یہ کہنا صحیح ہوا کہ قرآن کے مقاصد مقاصد شریعت سے زیادہ وسیع ہیں، لہذا اگر قرآن کو صرف شرعی احکام اور فقہی اجتہاد میں منحصر کیا جائے گا تو اس کا بالکل الٹا نتیجہ برآمد ہوگا۔

آج کے دور میں قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والے اور اسی طرح امت بھی پہلے سے کہیں زیادہ اس بات کے ضرورت مند ہیں کہ وہ قرآن پاک سے استفادہ مقاصد کے نقطہ نظر سے کریں، اور اسی کے نقطہ نظر سے اپنے کاموں کا جائزہ لیں، قرآن کے مقاصد کو سامنے رکھ کر وہ اس کا جائزہ لیں کہ قرآن سے ان کا استفادہ کیوں کر ہو رہا ہے، اللہ کی طرف جانا کس طرح ہو رہا ہے، لوگوں سے معاملات کیسے کیسے کئے جا رہے ہیں، اسی طرح بیداری کے ارادہ، ترقی کی رغبت اور تجدید وہ اجتہاد، شبہات کا ازالہ، نیز اپنے تشخص کی حفاظت کیسے کی جا رہی ہے، یہ ساری چیزیں شرع وتہذیب، حال ومستقبل ہر لحاظ سے ہمارے اوپر یہ فرض کر رہی ہیں کہ قرآن کے مقاصدی فہم کو اساس بنائیں اور ایسے نقطہ نظر سے ہم اس کے ساتھ تعامل کریں۔

یہ تحقیقی مقالہ بھی اپنے پیش نظر یہی مقصد رکھتا ہے اور اس کے اطراف وجوانب کو یہ ایک فریم دینے کی کوشش کرے گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کوشش کو قبولیت سے نوازے اور اپنے فضل واحسان سے اس کو قرآن کی بہترین خدمت اور امت قرآن کے لئے نفع بخش بنائے، **والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات۔**

ازقلم بندہ خاکسار وصفی عاشور ابوزید

استنبول ۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

مطابق ۲ دسمبر ۲۰۱۸ء

پہلا مبحث
مقاصد پر مبنی تفسیر کی تعریف اور تفسیر کی دوسری قسموں سے اس کا تعلق

موضوع میں آگے بڑھنے سے پہلے مصطلحات کی تحدید اور ان کے مدلولات کی تعیین بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے، تاکہ آغاز سے ہی ہمارے سامنے یہ بالکل واضح رہے کہ اہل فن نے کسی چیز کو کس معنی میں استعمال کیا ہے، اس بارے میں ابن حزم فرماتے ہیں کہ: ہر مصیبت وآفت اور تلبیس وفساد میں اصل یہ ہے کہ اسماء مختلط ہوجاتے ہیں، ایک ہی لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں، جب مخبر اس لفظ کو استعمال کرتا ہے تو اس کے ذہن میں جو معنی ہوتا ہے وہ اس کو مراد لے رہا ہوتا ہے؛ جبکہ سامع اس کو کسی اور ہی معنی پر حمل کر لیتا ہے، نتیجہ میں آفت واشکال پیدا ہوجاتا ہے، شریعت میں یہ چیز بہت نقصان دہ اور مہلک ثابت ہوتی ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے(۱)۔

تفسیر مقاصد کی تعریف:

قرآن کریم کی مقاصدی تفسیر کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ: تفسیر کی ایک قسم اور اس

۱-(الاحکام فی أصول الأحکام: ۱۰۱/۸ دار الآفاق الجدیدۃ طبع ثانی بیروت، مقاصد پر مبنی تفسیر کی آنے والی تعریف میں ہم عام منہج اختیار نہیں کریں گے کہ آپس میں وارد ہونے والے ہر کلمہ کی لغوی واصطلاحی تعریف الگ الگ کریں، پھر پورے جملہ کی وضاحت کریں، بلکہ ہم پورے جملہ کی یکبارگی تعریف کردیں گے، اس لئے کہ جدید مطالعات میں تفسیر اور مقاصد دونوں کی سینکڑوں جگہوں پر وضاحت آچکی ہے)۔

کے رجحانات میں سے وہ رجحان ہے جو قرآن کریم کے معقول معانی اور اس کے مقاصد سے بحث کرے، جن پر قرآن کا مدار ہے کلی یا جزوی طور پر، ساتھ ہی یہ تفسیر یہ بھی واضح کرتی ہے کہ بندوں کی مصلحتیں پوری کرنے کے لئے اس کا استعمال کیوں کر ہوگا۔

اور کلی اور جزئی سے ہماری مراد قرآن پاک کے وہ عام مقاصد ہیں جن پر خود قرآن کریم نے گفتگو کی ہے، اور بہت سے علماء نے بھی اس پر کلام کیا ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی، جزوی مقاصد کبھی کبھار کسی موضوع یا کسی سورہ یا مجموعہ آیات یا کسی ایک ہی آیت ؛ بلکہ بسا اوقات کسی ایک ہی لفظ سے خاص ہوتے ہیں اور اس کی مراد کو بتاتے ہیں۔

اس تعریف میں جو فقرہ ''بیان کیفیۃ الافادۃ منہا'' (ساتھ ہی ساتھ یہ تفسیر یہ بھی واضح کرتی ہے کہ بندوں کی مصلحتیں پوری کرنے کے لئے اس کا استعمال کیوں کر ہوگا) آیا ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں تفسیر برائے تفسیر نہیں ہوگی، بلکہ یہ وضاحت کی جائے گی کہ قرآن پاک کی تعلیمات کو موجودہ صورتحال پر کیسے چسپاں کیا جائے، اور فرد، خاندان، سوسائٹی، ریاست، امت اور پوری انسانیت مختلف دائروں میں سبھی اس سے کیسے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مقالہ کے جلی عنوان میں 'رؤیۃ تاسیسۃ' کا لفظ آیا ہے، رویۃ کسی معاملہ کی اس کے تمام اطراف وابعاد سے جانچ پڑتال کرنا، یوں کہ اس کے تمام معالم، ابعاد اور حدود آدمی پر واضح ہوجائیں(۱)۔

تاسیس لغوی معنی میں ہی ہے: أصل الشي اس کی جڑ بنیاد اور ابتداء کو بولا جاتا ہے(۲)۔

ہماری اس بحث میں تاسیس سے مراد ہے قرآن کریم کی مقاصدی تفسیر کے معالم ونقوش اور اصول کی وضاحت، تو مطلب یہ ہے کہ اس تحقیقی بحث میں مقاصدی تفسیر کے اصولی

۱-(دیکھئے: القاموس المحیط: فصل الراء، اور ملاحظہ ہو، لسان العرب مادۃ رأي، المحیط في اللغۃ، ما أولہ راء)۔
۲-(دیکھئے: المصباح المنیر مادۃ (ءس س) اور لسان العرب: مادۃ (أسس)۔

گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی، دوسری طرف تفسیر کی دوسری قسموں سے اس کے رشتہ کا ذکر ہوگا، اس کی اقسام کی تفصیل، بنیادی عناصر کا اثبات، اس کے مسالک کا تذکرہ، اس کے ضوابط کی تحدید، اس کے مقاصد وفوائد کا بیان وغیرہ سبھی چیزوں سے اعتناء ہوگا، یہ گویا وہ بنیاد ہوگی جس سے مقاصدی مفسر اپنے سفر کا آغاز کرے گا۔

مقاصدی تفسیر کا تفسیر کی دوسری قسموں سے تعلق:

جہاں تک مقاصدی تفسیر کا تفسیر قرآن کی دوسری انواع واقسام سے تعلق کی بات ہے تو تفسیر کی کوئی بھی قسم اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتی، مقاصدی تفسیر تفسیر کی خود ایک قسم ہونے کے ساتھ ہی تفسیر کی تمام انواع کے اندر خود بخود داخل ہے، بالکل اسی طرح دوسری انواع تفسیر تفسیر مقاصدی میں داخل ہیں اور وہ ان سے بے نیاز نہیں رہ سکتی ہیں، جبکہ مقاصدی تفسیر تفسر کی کئی انواع سے بے نیاز رہتی ہے، اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقاصد پر مبنی فہم قرآن کی کتنی اہمیت وضرورت ہے، اور اس سے استفادہ کے لئے اسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

مختلف مفسرین نے قرآن پاک کی تشریح وتوضیح میں مختلف مناہج اور طریقے اپنائے ہیں جن کو تفسیر کے انواع واقسام کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں: تفسیر تحلیلی، تفسیر موضعی، تفسیر اجمالی، تفسیر موضوعی، تفسیر مقارن (تقابلی)(۱) اور تفسیر سنتی (۲)۔

۱-(ان انواع واقسام کی تعریف کے لئے ملاحظہ کیجئے: التفسیر الموضوعی للقرآن الکریم: ۹، اور اس کے بعد کے صفحات مولفہ احمد کومی ومحمد قاسم الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، المدخل الی التفسیر الموضوعی: ۱۶-۱۸، الشیخنا علامہ ڈاکٹر عبد الستار فتح اللہ سعید، البدایۃ فی التفسیر الموضوعی: ۱۵ اور اس کے بعد کے صفحات، ڈاکٹر عبد الحی الفرماوی، دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء، اور التفسیر الموضوعی بین النظریۃ والتطبیق از صلاح عبد الفتاح الخالدی: ۴۶ اور اس کے بعد کے صفحات دار النفائس تیسرا ایڈیشن ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء)۔

۲-(اس کے لئے ملاحظہ کریں: نحو تفسیر سنتی للقرآن کریم: ۵، ۹، ۱۰، رمضان خمیس زکی الغریب، دار المقاصد، القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۲۰۱۵ء)۔

اس قسم کی تمام تفسیروں کو مقاصدی تفسیر کی جتنی زیادہ ضرورت ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تفسیر مقاصدی ان تمام اقسام تفسیر کی باپ ہے، یا ان کا ثمرہ کہہ لیجئے، گویا تفسیر قرآن کو مقاصدی ہونا ہی چاہئے۔

تفسیر تحلیلی اصل میں الفاظ کے معانی، مرادات ومقصود سے بحث کرتی ہے،تفسیر مقاصدی سے اس کا ارتباط بالکل ظاہر ہے، کیونکہ الفاظ کے معانی اور دلالتیں ہی آیات کریمہ کے مقاصد تک پہنچانے کا اہم ذریعہ ہیں، اسی طرح تحلیلی تفسیر غور وفکر کو آیات وسور کے مقاصد سے جوڑ دیتی ہے،قرآن کریم کے عام مقاصد سے تو جوڑتی ہی جوڑتی ہے۔

اور تفسیر موضعی (یعنی کسی ایک مقام کی تفسیر) میں مفسر قرآن کسی ایک مقام کو لے کر پورے قرآن سے اس کے متعلق آیات جمع کرتا ہے،اس میں یہ ضرورت ہوتی ہے کہ اس خاص مقام کے احکام اور قرآن پاک کے مابین توافق وہم آہنگی تلاش کی جائے، ان آیات کے تتبع سے اس مقام کا مقصد بھی مزید واضح ہوکر سامنے آتا ہے، اور اس مقصد اور اس کے نقوش کے بارے میں قرآن پاک کا نظریہ بھی واضح ومنکشف ہوتا ہے۔

تفسیر اجمالی میں کسی سورہ یا سورتوں کے معانی مختصرا بیان کردیئے جاتے ہیں، وہ بھی تفسیر مقاصدی سے مربوط ہے، کیونکہ سورت کی آیات اور اس کے مقاصد کے استقراء سے اس کے مقاصد کھل کر سامنے آئیں گے اور مقاصدی تفسیر سے ہم آہنگی پیدا ہوجائے گی۔

تقابلی تفسیر میں کسی آیت یا آیت کے کسی جزء کے بارے میں مفسرین کے اقوال وآراء پیش کرکے ان کا تقابل کیا جاتا ہے، اس میں محاکمہ ہوتا ہے، راجح اور مضبوط رائے کو بیان کیا جاتا ہے، اور یہ بھی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس آیت یا اس کے جزء کا مقاصد پر مبنی فہم حاصل کرلیا جائے اور سورت کے مقاصد کو سامنے رکھ کر بات کی جائے۔

جہاں تک تفسیر موضوعی کا سوال ہے تو اس میں سورت کا موضوع زیر بحث آتا ہے، یا قرآن کی آیات کے تتبع سے کوئی موضوع سامنے آتا ہو تو اس سے بحث ہوتی ہے، اس کا ہدف

بھی اس موضوع کے نقوش کو واضح کرنا اور یہ بتانا ہے کہ قرآن اس کو کس نظر سے دیکھتا ہے، سورت کے موضوع سے قرآن نے کیا مراد لی ہے، یا قرآن کے طول وعرض میں کسی بھی موضوع کے مقاصد بیان کئے جاتے ہیں۔

رہی بات سنتی تفسیر کی جو قرآن کو علم سنن کی روشنی میں زیر بحث لاتی ہے تو مقاصدی فکر سے اس کا بھی گہرا تعلق ہے، اس لئے کہ سنن کو مقاصد کی فکر کے ساتھ ہی سمجھا جا سکتا ہے، مقاصد فی الواقع سنن الہیہ کے سایہ ہی میں متحرک کئے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات منکشف ہو کر سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم یا اس کی کسی سورت یا اس کے کسی موضوع کا مقاصد پر مبنی فہم ہر قسم کی تفسیر کی ضرورت ہے، اس سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہو سکتا، تفسیر کا کام اس کے وجود کے ساتھ اور اس کے سایہ میں ہی ہو سکتا ہے، مفسر قرآن پاک سے استفادہ میں کوئی سا بھی منہج اختیار کرے اس کے لئے اس سے مفر نہیں ہے کہ مفسر کا مقصد ابن عاشور کے لفظوں میں یہی ہے کہ وہ ''قرآن کریم میں اللہ کی مراد پورے طور پر یوں بیان کر دے کہ اس معنی کی گنجائش ہو اور قرآن کے الفاظ اس کو قبول کرتے ہوں، اور اس جہت کو سامنے لائے جس پر قرآن کے بیان کا فہم موقوف ہے، یا تفصیلات وتفریعات میں قرآن مجید کی خدمت کرے''(۱)، اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مفسر قرآن تفسیر کے تمام مناہج کے ساتھ جب قرآن میں غور وفکر کرتا ہے تو مقاصد ہی اس کا محور ہونے چاہئے، اور انہیں ہی اولیت اور ترجیح دی جانی چاہئے۔

۱-(التحریر والتنویر ۱/ ۳۹، بیروت ایڈیشن: ۲۰۰۰ء)۔

دوسرا مبحث

قرآن کریم کے مقاصد کی انواع واقسام

یہ بھی ضروری ہے کہ مفسر قرآن پاک کے مقاصد کی قسموں کی اہمیت کو جانے اور جب وہ قرآن پاک کے معانی کی تفسیر وتوضیح میں عقلی ونفسیاتی کوششیں کر رہا ہو تو ان مقاصد کو پیش نظر رکھے، کیونکہ مقاصد قرآن کی معرفت اور ان کے استحضار سے اس کے سامنے بہت سے امور روشن ہوں گے، قرآن کی تفسیر کے وہ انواع ونقوش، ترجیحات وتشریحات اس کے سامنے آئیں گی جو مقاصد قرآن کو جانے بغیر نہیں آسکتی تھیں، قرآن کریم کے مقاصد کی مندرجہ ذیل پانچ قسمیں کی جاتی ہیں(۱):

اول-قرآن کریم کے مقاصد عامہ:

مقاصد قرآن کی یہ وہ قسم ہے جو قرآن کی غایات کلیہ اور عامہ سے بحث کرتی ہے، قرآن نے خود ان مقاصد پر گفتگو کی ہے، ظاہر ہے کہ جو کتاب ''تبیان لکل شیئ'' (ہر چیز

۱-(ہمارے استاذ ڈاکٹر احمد ریسونی نے ان میں سے تین مقاصد کا تذکرہ کیا ہے جو یوں ہیں: مقاصد عامہ، سورتوں کے اغراض ومقاصد اور آیات کے تفصیلی مقاصد، اس مقالہ میں اپنی گفتگو میں میں نے ریسونی صاحب کی گفتگو سے استفادہ کیا ہے، انہوں نے اس چیز کا ذکر اپنے مقالہ (جہود الأمۃ فی مقاصد القرآن الکریم) میں کیا تھا، جو انہوں نے قرآن کریم اور اس کے علوم کے محققین پر منعقد پہلی عالمی کانفرنس میں پیش کیا تھا، یہ کانفرنس ۱۰، ۱۱، ۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۴، ۱۵، ۱۶/ اپریل ۲۰۱۱ء میں مراکش کے شہر فاس میں منعقد ہوئی تھی، جسے ادارہ برائے علمی تحقیقات ودراسات (مبدع) نے دوسرے اداروں کے اشتراک سے منعقد کیا تھا، بعد میں دکتور ریسونی نے اس بحث کو اپنی کتاب ''مقاصد المقاصد'' میں بھی شامل کر دیا)۔

کے لئے بیان (سورۂ نحل) ہونے کی مدعی ہو، پھر وہ اپنے مقاصد واغراض نزول کو بیان نہ کرے تو یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے، یہ مقاصد واغراض قرآن کے طول وعرض میں بکھرے ہوئے ہیں، اس کی تمام سورتوں میں موجود ہیں، ڈاکٹر عبدالکریم حامدی قرآن کے مقاصد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: یہ وہ بلند مقاصد ہیں جو قرآن کے مجموعی احکام سے حاصل ہوتے ہیں(۱)۔

انہوں نے مزید کہا: مقاصد وہ غایات ہیں جن کے لئے بندوں کی مصلحتیں پوری کرنے کی غرض سے قرآن پاک کا نزول ہوا، غایات سے مراد وہ معانی اور حکمتیں ہیں جو قرآن کے نزول سے مقصود ہیں، یہ غایات دنیا وآخرت کی مصلحتیں پوری کرنے کے لئے ہیں(۲)۔

علامہ محمد عبداللہ دراز نے اپنی کتاب ''مدخل الی القرآن الکریم'' میں اس موضوع پر اہم اشارات بیان کئے ہیں:

قرآن کے مقاصد عامہ کے سلسلہ میں ان کا خیال یہ ہے کہ یہ مقاصد تین زاویئے رکھتے ہیں:

☆ دینی حق یا عنصر کا پہلو

☆ جانب خیر یا عنصر اخلاق

☆ جمال کا پہلو یا ادبی عنصر

ہمارے استاد الدکتور احمد ریسونی نے اس سلسلہ میں چھ مقاصد کا تذکرہ کیا ہے: اور وہ یہ ہیں:

۱- اللہ کی توحید وعبادت کا مقصد

۲- بندوں کی دینی ودنیوی رہنمائی کا مقصد

۳- تزکیہ اور تعلیم حکمت کا مقصد

۱- (ملاحظہ ہو: مقاصد القرآن من تشریع الاحکام: ص ۷۴ دار ابن حزم بیروت پہلا ایڈیشن ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء)۔

۲- (دیکھئے: مقاصد القرآن من تشریع الاحکام: ۲۹)۔

۴-رحمت وسعادت کا مقصد

۵-حق وعدل کی اقامت کا مقصد

۶-فکر کو ٹھیک ٹھیک رکھنے کا مقصد(۱)۔

انہوں نے ان مقاصد میں سے ہر مقصد کے لئے کئی آیات نقل کی ہیں جو ان مقاصد کی طرف اشارہ کرتی ہیں یا ان کے لئے دلیل فراہم کرتی ہیں، قرآن کے مقاصد کو بیان کرنے والے رجحانات میں سے کسی نہ کسی رجحان کے ذیل میں ان آیات کو رکھا ہے، مثلاً ایک طریقہ یہ ہے کہ خود قرآن اپنے مقاصد بیان کرتا ہے، دوسرا رجحان علماء کے تجربوں اور مقاصد قرآن کے استنباط کرنے کی کوششوں سے مربوط ہے، جن میں ابو حامد الغزالی، العز بن عبد السلام، البقاعی، رشید رضا، سعید نورسی اور الطاہر ابن عاشور ہیں، یہ علماء وہ ہیں جنہوں نے قرآن پاک پر تدبر کیا، اس میں زندگی گزاری اور یوں قرآن کے مقاصد عامہ تک پہنچنے کی استقرائی کوششیں کیں(۲)۔

مقاصد پر اس طرح سے غور وفکر کرنے والے قرآن پاک سے اور بھی مقاصد کا اضافہ کر سکتے ہیں اور مکلفین سے مطالبات بڑھا سکتے ہیں، قرآن کریم ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم انفرادی واجتماعی طور پر جرائم اور برائیوں کو چھوڑ دیں، نیکیاں اور اعمال صالح کریں، ہم میں ایک دوسرے پر رحم کرے اور یوں ہم ایک اچھا، صالح اور پاکیزہ معاشرہ بنائیں، قرآن چاہتا ہے کہ ہم خیر وصلاح کے داعی بنیں اور لوگوں کو اس کی طرف بلائیں اور جو خیر وصلاح کا راستہ روکے اس پر وہ رد کرتا ہے، تاکہ خیر وفلاح تمام زمین پر عام ہو جائے، اہل خیر کو غلبہ ملے، قرآن ہم سے چاہتا ہے کہ ہم پوری انسانیت کی فلاح وبہبود، نجات وخوش بختی کے لئے سرگرم عمل ہوں جس میں

۱-(یہ مقصد مذکورہ مقالہ میں تو نہیں ہے، البتہ کتاب مقاصد القاصد میں اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے، ص ۲۸ تا ۴۰ دار النداء استنبول ۲۰۱۴ء والے ایڈیشن میں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کتاب کی اشاعت سے پہلے مصنف اس میں اضافہ وتنقیح کرے)۔

۲-(دیکھئے: مقاصد القاصد: ۲۱ تا ۳۰)۔

ہم بحیثیت خیر امت اور دنیا والوں پر شاہد و گواہ کے بطور خود بھی شامل ہوں۔

پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ مقاصد میں جو اختلاف وتعدد ہے اور نقاط نظر کا جو اختلاف ہے وہ علماء کے مختلف تجربوں اور حالات زمانہ سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے، مختلف علماء کے زمانوں میں کون سا کلچر چھایا تھا، کون سے مسائل ابھرے ہوئے تھے، اس کا بھی اثر پڑتا ہے، مثال کے طور پر متقدمین کو دیکھیں تو ان کے تجربوں میں کافی یکسانیت ملے گی، ان سے جب ہم معاصر علماء کی طرف آتے ہیں، مثلاً رشید رضا سے شروع کرتے ہوئے طاہر بن عاشور، پھر قرضاوی کو دیکھیں تو ہم پائیں گے کہ ان کے تجربوں میں ان کے زمانوں کے اثرات کی بازگشت ہے، جہاں عورت کے حقوق، انسانی تکریم کا تصور، خاندان کی اہمیت اور انسانی آزادی کی قیمت سے متعلق مقصد نمایاں ہوتے ہیں، تو اگر زمانہ میں تبدیلی آجائے، اس کی ضرورتیں بدل جائیں تو اس بات میں کوئی استبعاد نہ ہوگا کہ کچھ دوسرے علماء آئیں اور اپنے زمانوں کے مطالبات کے مطابق مقاصد میں اضافہ کردیں، یوں قرآن پاک ایسا سرچشمہ بنا رہے جو زمان ومکان کے لئے اور نئے حالات کے لئے مناسب ہدایت ورہنمائی دیتا رہے۔

یوں قرآن کے مقاصد عامہ جو کہ کم نہیں ہیں وہ بڑے اہداف وغایات ہیں جو قرآن پاک کے موضوعات ومحاور کو ہم آہنگ رکھتے ہیں جس کے تحت اس کی آیتیں اور سورتیں منسجم وہم آہنگ ہوجاتی ہیں اور کوئی بھی موضوع یا سورت یا آیت اس سے باہر نہیں ہوتی۔

قرآن کریم کے مقاصد عامہ کی معرفت کے مقاصد:

استاد گرامی ڈاکٹر احمد ریسونی نے قرآن کے مقاصد کو جاننے کے لئے یہ پانچ مقاصد بتائے ہیں:

۱-مقاصد قرآن کی معرفت ہی قرآن واسلام کے پیغام کے صحیح فہم کی کنجی ہے۔

۲-قرآن پاک کی قرأت وتدبر میں قرآن کے مقاصد کو پیش نظر رکھنے سے قاری کو تفصیلی معانی کا فہم صحیح حاصل ہوتا ہے۔

۳- مقاصد قرآن کی معرفت سے ہی سنت نبویہ کے مقاصد کا مکمل طور پر صحیح فہم حاصل ہوگا، اور اسی ذریعہ سے فقہی نقطہ نظر صحیح ہوگا اور اجتہاد فقہی صائب بنے گا۔

۴- قرآن کے مقاصد ہی وہ میزان ومعیار ہیں جن پر اپنے انفرادی واجتماعی کاموں نیز اپنی خاص وعام زندگی کا تولنا ہمارے اوپر لازم ہے۔

۵- قرآن کے مقاصد ہی وہ معیار ومیزان ہیں جو مفسرین کو اپنے مناہج اور تفسیروں میں ملحوظ رکھنے چاہئیں، کہ انہیں کی معرفت ورعایت سے مفسر اپنے اور اپنی تفسیر کے لئے یہ یقینی بنا سکے گا کہ اس کی ترجیحات، مقاصد اور استنباط سب قرآن کے مقاصد کے دائرہ ہی میں رہیں، یہی وہ سب سے بڑا علمی فائدہ ہے جس کے اثرات نہایت دوررس ہوتے ہیں، اور یہی وہ چیز ہے جو مفسرین کو دوراز کار اور لاطائل بحثوں میں الجھنے سے محفوظ رکھے گی، جن کا قرآن پاک کے مقاصد سے کوئی تعلق نہ ہو۔

قرآن کریم کے مقاصد عامہ پر غور وفکر کرنے یا دوسرے لفظوں میں مقاصد پر مبنی تفسیر سے ہم ان فوائد اور جدید وسائل وذرائع سے واقف ہوسکیں گے جن سے قرآن کے مقاصد کا حصول ممکن ہو، یہ طریقہ کار تفسیر، خود مفسر اور قرآن سے شغف رکھنے والوں کو عموماً ایک منہاج اور Methodology عطا کرے گا، فوائد کی بحث میں آگے ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے۔

دوم: قرآن کریم کے مقاصد خاصہ (یعنی اس کے موضوعات اور دائرہ کار کے مقاصد):

قرآن عزیز کے مقاصد کی یہ قسم اس کے خاص مقاصد سے بحث کرتی ہے، وہ پورے قرآن یا تمام سورتوں اور آیتوں میں جاری نہیں ہوتی، بلکہ اس کا ایک خاص دائرہ کار اور محدود نطاق ہے، جس میں وہ کام کرتی ہے، اس طرح کے مقاصد کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں:

اول: کسی ایک میدان سے متعلق خاص مقاصد:

یعنی وہ قسم جو کسی خاص تشریعی دائرہ سے متعلق ہو یا کسی خاص شعبہ کو خطاب کرتی ہو، چونکہ قرآن کی تشریعات کے مجال کار میں بہت تعدد وتنوع ہے، مثلاً عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، نکاح وطلاق کے مسائل، میراث کے قاعدے، حدود وشرعی سزاؤں کا میدان، خارجی وداخلی سیاست، تربیت وتعلیم اور تمدن واجتماع انسانی کا دائرہ وغیرہ۔

کسی بھی میدان میں مقاصد خاصہ پر گفتگو کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس سے متعلقہ ساری آیات جمع کی جائیں، ان کی تقسیم کی جائے، پھر ان پر غور وفکر ہو، ایسا کرنے سے ہمیں ان کی انواع، طبیعت، ارکان، شرائط، قواعد وضوابط اور آثار ونتائج حاصل ہوں گے، اور ان سب پر غور وفکر سے اس خاص دائرہ میں ہمیں قرآن کے مقاصد تک رسائی حاصل ہوجائے گی، کبھی تو قرآن منصوص طور پر اس کی رہنمائی کرے گا، کبھی اس کو شروط وضوابط اور قواعد منظمہ پر غور وفکر کرنے سے استنباط کیا جاسکے گا۔

مثال کے طور پر خاندان سے متعلق میدان پر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شادی کی رغبت دلا کر اللہ تعالی یہ چاہتے ہیں کہ خاندان کا نظام قائم کیا جائے، اس کو انہوں نے اپنی نعمتوں اور آیتوں میں شمار کیا ہے، فرمایا: "**وانكحوا الأيامى منكم والصالحين من عبادكم وإمائكم إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم**" (سورۂ نور:۳۲) (اپنے میں سے ان لوگوں کے نکاح کردو جن کے جوڑے نہ رہے اور اپنے صالح غلاموں اور باندیوں کے بھی اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے ثروت مند کردے گا، اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے)، اور فرمایا: "**ومن ايٰته أن خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودةورحمة ان فى ذلك لايٰت لقوم يتفكرون**" (سورۂ روم:۲۱)، اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہیں

میں سے جوڑے پیدا کئے، تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مودت ورحمت رکھ دی، اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔

اورفرمایا:"**والله جعل لكم من انفسكم ازواجا وجعل لكم من أزواجكم بنين وحفدة ورزقكم من الطيبت افبالباطل يؤمنون وبنعمت الله هم يكفرون**"(سورۂ نحل:۷۲)(اللہ نے تمہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے اور ان جوڑوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے دیئے، تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی، تو کیا یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں)، اس کو اللہ نے عقد نہیں قرار دیا؛ بلکہ اس کے لئے میثاق کا لفظ استعمال کیا اور اس کی صفت غلیظ (شدید) بیان کی، جو کہ قرآن یا سنت میں کسی اور عقد کے لئے نہیں آئی، چنانچہ فرمایا:

"**وان اردتم استبدال زوج مكان زوج واتيتم احدهن قنطارا فلا تأخذوا منه شيئا اتأخذونه بهتانا واثما مبينا، وكيف تأخذونه وقد افضى بعضكم إلى بعض واخذن منكم ميثاقا غليظا**"(سورۂ نساء:۲۰-۲۱)(اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری کرنا چاہو اور اس کو تم نے بہت سا مال دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس مال کو الزام لگا کر لوگے، وہ ایک صاف گناہ ہے، تم اس کو کیسے لے سکتے ہو؛ جبکہ تم ایک دوسرے کے بہت قریب آ چکے ہو اور عورتوں نے تم سے ایک پختہ عہد لے لیا ہو)۔

عورت کا قوام اللہ نے مرد کو بنایا ہے:"**بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من أموالهم**"(سورۂ نساء:۳۴)(اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے)، زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے ایک ذمہ دار کی ضرورت ہے جو اللہ کی شریعت کے مطابق حکمت کے ساتھ اسے چلائے، اس لئے فرمایا:"**الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من أموالهم**"(سورۂ نساء:۳۴)(مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے

بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے)۔

عورت کے نافرمانی کرنے کی صورت میں قرآن پاک نے اس کے ساتھ تعامل کے لئے درجہ بدرجہ کئی تدابیر بتائی ہیں، قرآن میں ان کا بیان اجمالی ہے، مگر سنت میں اس کی تفصیل آئی ہے جس کی مثال نہ تو کسی دوسری آسمانی شریعت میں ہے اور نہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں، فرمایا: ''**والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا ان الله کان علیا کبیرا**''(سورۂ نساء:۳۴)(اور وہ عورتیں جن کی طرف سے نافرمانی کا خطرہ ہو تو ان کو پہلے نصیحت کرو، نہ مانیں تو بستروں میں ان کو الگ چھوڑ دو (تب بھی نہ مانیں تو) ان کو مار سکتے ہو، اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے برخلاف کوئی راستہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ بہت بڑا ہے)۔اس موقع پر سید قطب نے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے، قاری کو اس سے مراجعت کرنی چاہئے۔

اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو تو قرآن پاک کنبہ کے اس وجود کو یوں ہی ٹوٹتا بکھرتا ہوا نہیں چھوڑتا؛ بلکہ اس نے وہ تدبیریں بتائی ہیں جن سے اس کی حفاظت ہو اور ٹوٹنے وبکھرنے سے اسے بچایا جاسکے، چنانچہ زوجین کی رہنمائی کی کہ دونوں اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے عادل حکم لے کر آئیں، قرآن نے ان کو اہل نظر میں سے ہونا لازم اس لئے کیا ہے کہ خاندان کی بقاء واستقرار کو ان کے خاندان والے ہر صورت میں مقدم رکھیں، فرمایا: ''**وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما ان الله کان علیما خبیرا**''(سورۂ نساء:۳۵)(اگر تمہیں دونوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم اس کی طرف سے اور ایک حکم اس کی طرف سے لاؤ اور مصالحت کی کوشش کرو، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ اس کی توفیق دے گا، بلا شبہ اللہ علیم وخبیر ہے)۔

لہذا خاندان کے میدان میں یا اس کے کسی حصہ میں بھی غور وفکر کرنے والا یقین کرلے گا کہ اس سلسلہ میں اسلام آغاز میں، درمیان میں اور اخیر میں اس بات کی پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ ایک خاندان طاقتور، مضبوط، رحم دل، ایک دوسرے سے محبت کرنے والا، ہم آہنگ، پروقار اور بلند وبالا رہے، اور ٹوٹ پھوٹ اور دراڑ پڑنے سے بچا رہے، طلاق سے بچا رہے جس کو شریعت نے ناپسند کیا ہے، مگر رفع ضرر کی خاطر مباح قرار دیا ہے، اور فرمایا: ''**وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ واسعا حکیما**'' (سورۂ نساء:۱۳۰) (اگر دونوں الگ ہوجائیں تو اللہ دونوں کو وسعت بخشے گا اور وہ وسعت والا حکمت والا ہے)۔

اس حالت میں بھی اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ رخصتی احسان وخوش اسلوبی سے کی جائے اور طرفین باہمی فضل واحسان کا معاملہ کریں، صرف عدل پر نہ جائیں۔

فرمایا: ''**وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم الا ان یعفون او یعفوا الذي بیدہ عقدۃ النکاح وان تعفوا اقرب للتقوی ولا تنسوا الفضل بینکم ان اللہ بما تعملون بصیر**'' (سورۂ بقرہ: ۲۳۷) (اور اگر تم ان کو طلاق چھونے سے پہلے ہی دے دو؛ جبکہ ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو نصف مہر تم پر واجب ہوگا، الا یہ کہ وہ معاف کردیں یا شوہر خود اپنا مال واپس نہ لینے کی پیش کش کردے، تم ایک دوسرے کو معاف کردو تو یہی تقوی سے قریب تر ہے، اور باہم دیگر احسان کرنے کو نہ بھولو، بے شک اللہ جو تم کر رہے ہو اس سے خوب واقف ہے)۔

تو یوں قرآن پاک ازدواجی زندگی کا مثالی نمونہ سامنے رکھتا ہے اور قرآن کا یہ مقصد اس کے درمیان سے اس وقت واضح ہوکر سامنے آتا ہے جب ہم اس موضوع سے متعلق تمام آیات کو جمع کرکے ان پر غور وتدبر کریں اور ان میں بتلائے گئے طریقوں اور احکام پر عمل کریں۔

قرآنی قصوں کے دائرہ کو مثال کے طور پر لیں، اس بارے میں طاہر بن عاشور کہتے

ہیں کہ قرآن کا قصے بیان کرنے کا مقصد کھیلنا یا جی بہلانا اور خوش اوقاتی نہیں ہے، بلکہ ان کی کچھ اور ہی غرض ہے، اور وہ یہ ہے: ''ماضی کے قصے اور مثالیں قرآن اس لئے بیان کرتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں اور خیر وشر کے بارے میں مسلمان ان کو عبرت کا نمونہ بنائیں(۱)۔

غرض قرآن پاک کا کوئی بھی مقصد ہو اور کوئی بھی میدان ہو ہم اس سلسلہ کی ساری آیات کو جمع کر کے ان پر بات کریں، غور کریں اور ان کی درجہ بندی کریں اور یوں اس میدان یا مجال کار کا مقصد وغایت متعین کر سکتے اور ان کو روبہ عمل لا سکتے ہیں۔

دوم: موضوعات میں سے کسی خاص موضوع کے مقاصد:

اس کو تفسیر موضوعی بھی کہا جاتا ہے، وہ کسی خاص سورت کے موضوع یا پورے قرآن کے کسی موضوع سے متعلق ہوسکتی ہے، مثلاً قرآن میں یہودیوں کا تذکرہ، تقوی قرآن میں، احسان قرآن میں، یا قرآن کے آئینہ میں یوسف علیہ السلام یا قرآن میں جبال (پہاڑ) یا قرآن میں صلاۃ یا امثال وغیرہ۔

لہذا ان موضوعات میں کسی بھی موضوع کے نقوش ان سے متعلق تمام قرآنی آیات میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور موضوع کی بنیاد پر ان کی علمی تفسیر کی جاتی ہے یا تحلیلی وتجزیاتی تفسیر کے طرز پر ان کو کسی الگ کاغذ یا جامع کتاب میں لکھا جاتا ہے، بایں طور پر کہ ریسرچ کرنے والا بآسانی جس موضوع پر چاہے ان سے رجوع کرلے اور اس سے متعلق قرآن کریم کا موقف آسانی وسہولت سے جان سکے(۲)۔

اس کے لئے بھی وہی کرنا ہوگا کہ پہلے اس موضوع سے متعلق تمام آیات کو جمع کرلیں گے، ان کو تقسیم تبویب کے مراحل سے گزار کر ان کے معانی پر غور وتدبر کریں گے اور اس تجزیاتی

۱-(التحریر والتنویر ۲/ ۶۸)۔

۲-(محاضرات فی التفسیر الموضوعی: ۱۳ از استاد گرامی دکتور عبد الستار فتح اللہ سعید دارالنداء استنبول پہلا ایڈیشن ۲۰۱۴ء)۔

طریقہ سے اس کا موضوع اور مقصد متعلق کریں گے۔

مثال کے طور پر اگر ہم قرآن میں یہود کو لیں تو ہم پائیں گے کہ ان کی صفات یہ ہیں: عقائد میں مطلقا ملحد ہوتے ہیں، ان کے دل اتنے سخت ہوتے ہیں کہ وہ وحشیانہ پن اور جنگلی پن تک پہنچ جاتے ہیں، ان کا شیوہ ہے جھوٹی بات بنانا، تحریف کرنا اور جدل انگیزی، غدر اور عہد و پیمان کو توڑنا، وہ حسد اور کینہ کوزی کی انتہا پر ہیں، وہ اگر امن میں ہوں تو سفاہت کا ثبوت دیتے ہیں جب قدرت پاتے ہیں تو قتل کر دیتے ہیں، جب خود خوف وخطرہ میں ہوں تو لوگوں کو انسانی حقوق اور اعلی قدروں کی یاد دلاتے ہیں، لیکن سب صرف اپنے فائدے کے لئے نیز وہ اخلاق، حرمتوں اور شریعتوں کی توہین کرتے ہیں اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وغیرہ(۱)۔

جب قرآن پاک ہمارے سامنے یہود کی داستان بیان کرتا ہے اور ان کی صفات اور مزاج کی نقاب کشائی کرتا ہے تو اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم ان کی صفات کو جان کر انہیں کے لحاظ سے ان سے معاملہ کریں، ہمیں ان کی طرف سے غدر وخیانت سے مامون نہیں رہنا، نہ ان کے وعدوں پر بھروسہ کرنا، نہ ان کی طرف سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنا ہے، ہم ان سے صلح نہیں کر سکتے اور ہمارے اور ان کے درمیان جو بھی معاہدے ہوں وہ عادلانہ اور حزم واحتیاط پر مبنی شرائط پر ہوں گے وغیرہ، اس طرح کسی موضوع کا ہمہ جہتی مطالعہ ہمارے سامنے قرآن پاک اس کو کس نظر سے دیکھتا ہے اس کو لائے گا، اور اس کے پہلوؤں واطراف پر غور وفکر سے اس کے اغراض ومقاصد بالکل سامنے آجائیں گے۔

قرآن کریم کے خاص مقاصد کو جاننے کے فوائد:

قرآن کریم سے اس ناحیہ سے استفادہ کرنے والے کو اس سے کئی فائدے حاصل

۱-(ان کی ان صفات کے لئے دیکھئے: کتاب معرکۃ الوجود بین القرآن والتلمود ۱۱۶-۱۵۴، از شیخ دکتور عبدالستار فتح اللہ سعید، دوسرا ایڈیشن ۱۴۰۲ھ)۔

ہوں گے:

۱-کسی ایک موضوع یا دائرہ میں مقاصد پر مبنی قرآن کا نظریہ منکشف ہوگا۔

۲-اس میدان کار کی جزئیات وفروع کو مقاصد سے ہم آہنگ کیا جاسکے گا کہ اس موضوع یا دائرہ کار کے تمام اجزاء وجزئیات ایک فریم میں رکھے جاسکیں۔

۳-مقاصد کے دائرہ میں اس موضوع یا مجال کار کی جزئیات کا فہم حاصل ہوگا۔

۴-مجالات یا موضوعات کے مقاصد کا پرتو نئے مسائل ومشکلات کے بارے میں اجتہاد کرنے اور اس کے مطابق نصوص فقہی کے فہم اور نوازل پر ان کو منطبق کرنے کا موقع دے گا۔

۵-اپنی علمی وعملی زندگی میں ان موضوعات یا مجالات کی تقویم اور مقاصد کی روشنی میں ان کی تقییم (Eveluation) کی جاسکے گی، اور تقویم یا تقییم دونوں ہی کاموں میں عملی زندگی میں ان کی تطبیق کے لئے ان حالات ومجالات کے مقاصد کو ہی معیار اور حکم سمجھا جائے گا۔

۶-معاصر قانون سازی کے عمل میں جب تقنین ہوتی ہے یا تطبیق ونفاذ کے لئے قوانین میں تسہیل مقصود ہوتی ہے تو ان مجالات کے مقاصد سے ہی فائدہ اٹھایا جاتا ہے، کیونکہ یہاں مقاصد کی اہمیت تطبیق وتقنین دونوں کو ملحوظ رکھنے اور حالات موجودہ پر ان کو اتارنے میں کسی سے چھپی نہیں ہے۔

سوم: قرآن کریم کی سورتوں کے مقاصد:

قرآن پاک کی سورتوں کی مقاصدی تفسیر بھی تفسیر مقاصدی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے، اس میں کسی ایک سورت کی غایات واہداف سے بحث کی جاتی ہے، اور یہ بتایا جاتا ہے کہ دنیا وآخرت میں بندوں کے مصالح کی تکمیل کے لئے ان سے کیسے استفادہ کیا جائے، اس نوع کو یوں تو قرآن پاک کے مقاصد خاصہ کے تحت بھی درج کیا جاسکتا ہے، لیکن دو وجہوں سے اس کو الگ سے ذکر کرنا زیادہ مناسب اور اولی ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ یہ آیت اہم ہے،

دوسرے اس وجہ سے کہ تاریخ کے مختلف زمانوں میں اس کو بہت اہتمام حاصل رہا ہے۔

جب ہم سورتوں کے مقاصد پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بھی پاتے ہیں کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سورہ کا بڑا مقصود اور عمود ہے، پھر اس سے بہت سی غایتیں اور اہداف متفرع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ سورت کے داخل میں بھی کچھ موضوعات اور اجزاء ہوتے ہیں، وہ بھی ایسے اہداف وغایات ہیں جنہیں سورت کے بڑے مقاصد کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے۔

یہ ایک ایسی چیز ہے جس تک پہنچنے کے لئے سورت کے مطالب پر بہت غور وفکر اور گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے موضوعات کے اطراف کو جاننے اور اس کے تمام ابعاد کی تحقیق وتفحص کے لئے اور ہر موضوع کے اہداف پر نظر ڈالنے اور پھر اخیر سورت کے بلند تر مقصد کو پانے کے لئے اجتہادی نظر کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے لئے مختلف وادیاں قطع کرنی پڑتی ہیں اور بہت سے راستوں پر چلنا ہوتا ہے، یہ چیزیں ان ذرائع سے حاصل ہوتی ہیں جو تدبر وتأمل کی دین ہیں، جن سے ہم آنے والی سطور میں بحث کریں گے۔

اس قسم کی تحقیقات اور مطالعات کی ابتداء غالبا امام مجد الدین الفیر وزآبادی (متوفی ۸۱۷ھ) کے ہاتھوں ہوئی، جنہوں نے کتاب: ''بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز'' لکھی، اس کتاب کو اب استاذ محمد علی النجار کی تحقیق سے مصر کی المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیہ نے شائع کر دیا ہے، یہ علوم ومعارف کے مقاصد کے موضوع پر ہے، چنانچہ وہ ہر سورت کے سلسلہ میں نو مباحث کا تذکرہ کرتے ہیں، جائے نزول، آیات وحروف اور کلمات کی تعداد، آیات کی تعداد میں قراء کا اختلاف، سورت کے فواصل کا مجموعہ، سورت کا نام یا اس کے متعدد نام، سورت کا مقصود اور تضمنات، ناسخ ومنسوخ، متشابہ، سورت کے فضائل، ماضی میں اس سے بھی آگے بڑھ کر امام برہان الدین بقاعی (متوفی ۸۸۵ھ) کی مضبوط کاوش سامنے آتی ہے، ان کی کتاب کا نام ہے: ''مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور''، اس کتاب کو انہوں نے اپنی ایک دوسری اور بڑی کتاب ''نظام الدرر فی تناسب الآیات والسور'' کے مقدمہ اور مدخل کے طور پر لکھا تھا۔

بقاعی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں: ایک سورت ایک ایسے بہت بڑے خوبصورت اور سرسبز شاداب درخت کی مانند ہوتی ہے، جو طرح طرح کی زینتوں سے مزین ہو، جس کے پتے موتیوں کی لڑیاں ہیں، اور یہ لڑیاں دائروں کی طرح اپنے جوڑوں پر جھکی ہوئی ہیں ہر دائرہ اپنے ماقبل و مابعد سے وابستہ اور جڑا ہوا ہے، سورت کا آخری حصہ اس کے اول سے مربوط اور انتہا اپنے مابعد سے پیوستہ اور آغاز اپنے ماقبل سے متعانق (گلے مل رہا) ہے، یوں ہر سورت ایک بڑا دائرہ ہے، جسکے اندر آیات کریمہ کے اور چھوٹے چھوٹے دائرے ہیں، آیات کے مابین عجیب طرح کا نظم وارتباط پایا جاتا ہے، جس کی شاخیں ایک دوسرے پر جھکی ہوئی ہیں اور جس کی ڈالیاں اور ٹہنیاں اور پھل ایک دوسرے سے چپکے ہوئے ہیں(۱)۔

عصر حاضر میں اس میدان میں کئی علماء ممتاز ہیں جن میں سب سے بڑے: امام محمد عبدہ اور ان کے تلمیذ رشید علامہ رشید رضا بھی ہیں، ان دونوں کا اپنا تفسیری منہج تھا جو درج ذیل بنیادوں پر قائم تھا:

۱-سورت کی موضوعی وحدت۔

۲-یہ کہ آیات کے فہم میں سورت کا موضوع بنیاد ہوتا ہے۔

۳-آیات کریمہ جس موضوع کے سلسلہ میں نازل ہوتی ہیں وہی موضوع ان کے فہم میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

عہد حاضر میں تفسیر المنار اور اس کے منہج سے بہت سے کبار علماء متاثر ہوئے جن میں درج ذیل حضرات بہت نمایاں ہیں:

الشیخ محمد مصطفیٰ المراغی، شیخ محمود شلتوت جنہوں نے قرآن پاک کے شروع کے دس پاروں کی تفسیر لکھی ہے، اور ان میں سورتوں کے اہداف و اغراض کی وضاحت کی کوشش کی

۱-(ملاحظہ ہو: مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور: ۱/۱۴۹، برہان الدین البقاعی تحقیق ڈاکٹر عبد السمیع محمد حسنین: مکتبہ المعارف، الریاض پہلا ایڈیشن ۱۴۰۸ھ، مطابق ۱۹۸۷ء)۔

ہے(۱)۔

اسی طرح علامہ محمد الطاہر ابن عاشور ہیں جن کی تفسیر التحریر والتنویر میں اس موضوع سے متعلق اہم اشارات اور کاوشیں موجود ہیں، ان کے علاوہ علامہ محمد عبداللہ دراز ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''النبأ العظیم'' میں اس سلسلہ میں بہت اہم اشارات کئے ہیں۔

ان کی یہ کتاب سورہ بقرہ کی موضوعی اور مقاصدی تفسیر ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی ایک پوری سورت کی پہلی مکمل موضوعی تفسیر ہے، اس میں سورت کے مقاصد و غایات کو کھولا گیا ہے، گویا یہ سورت کی موضوعی تفسیر کا پہلا تجربہ ہے، انہوں نے لکھا ہے:

''اس لئے ہم کہتے ہیں کہ سورت میں معانی ایسے ہم آہنگ ہیں جیسے کسی عمارت میں اینٹیں ترتیب سے لگائی جاتی ہیں، یہی نہیں، بلکہ جیسے انسان کے جسم میں اعضاء باہم پیوست ہوتے ہیں، یوں ہر ہر قطعہ سورت دوسرے قریبی قطعہ سے ایسے جڑا ہوا ہے جیسے کسی جوڑ پر دو ہڈیاں جڑ جاتی ہیں اور ان کے اوپر رشتوں کا ایک نیٹ ورک ان کو قریب سے گھیرے ہوئے ہے، جیسے دو اعضاء کو شریانیں، نسیں اور اعصاب جوڑتے ہیں، اس سب کے پیچھے پوری سورت میں ایک معین رخ جاری ہے، پوری سورت مل ملا کر ایک خاص غرض رکھتی ہے، جیسے جسم کا ایک قوام ہوتا ہے اور بالجملہ ایک مقصد ادا کرتا ہے، اگرچہ ہر عضو جسم کے وظائف الگ الگ ہیں(۲)۔

استاد شہید سید قطبؒ جو اس میدان میں بے نظیر انداز میں ممتاز ہوئے، سورت کی آیات کی تفصیلی اور تحلیلی تفسیر سے پہلے وہ اس کی جمالی اور فنی منظر کشی کرتے ہیں، نیز اس کی ایسی تصویر سامنے لاتے ہیں جو اس کے ابعاد و جوانب کو محیط ہوتی ہے، اس میں سورت کا مقصد اساسی

۱-(ملاحظہ ہو: أہداف کل سورۃ ومقاصدہا فی القرآن الکریم: ۴-۵، د-عبداللہ شحاتہ شائع کردہ الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب القاہرہ ۱۹۷۶ء)۔

۲-(النبا العظیم: ۱۵۵، ڈاکٹر عبداللہ دراز، دار الثقافہ، الدوحہ: ۱۹۸۵ء)۔

اور بلند ہدف بیان کرتے ہیں، مثلاً وہ بتائیں گے کہ اس سورت کا محور اللہ کی وحدانیت ہے، اور وہ وحی کو مرکز بناتی ہے، یہ آخرت کے گرد گھومتی ہے، وہ عقیدہ کو موضوع گفتگو بناتی ہے، یہ ایمان والوں میں اخلاقی اقدار راسخ کرنا چاہتی ہے، وہ اجتماعی آداب کو پیوست کرنا چاہتی ہے، الخ فرماتے ہیں:

''قرآن کے سایہ میں جو بھی زندگی بسر کرے گا دیکھے گا کہ اس کی سورتوں میں سے ہر سورت کی ایک ممیّز شخصیت ہے: وہ شخصیت جو دل کی طرح اس میں دھڑک رہی ہے، بالکل ایسے ہی جیسے کسی زندہ وجود کے اندر روح ہوتی ہے، اس کے معلوم ملامح، صفات اور انفاس ہوتے ہیں، ہر سورت کا ایک خاص موضوع ہوتا ہے یا کئی خاص موضوع ہوتے ہیں، جو سب کسی ایک محور پر جمع ہوجاتے ہیں، اس کی ایک خاص فضا اس کے تمام موضوعات پر طاری رہتی ہے اور اس کے سیاق کو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ ان موضوعات کے متعین اطراف وجوانب کو برت سکے اور اسی فضا کے مطابق ان میں توافق وہم آہنگی ہوتی ہے''(۱)۔

اور کبھی کبھی شہید سید قطب قرآن کے کسی جزء کو وحدت موضوعیہ بنادیتے ہیں، جیسے انہوں نے پارہ عم (تیسواں پارہ) کو بنایا، وہ کہتے ہیں:

''اور یہ پورا جزء (پارہ) جس میں یہ سورت بھی ہے، ایک خاص چھاپ رکھتا ہے، سورہ بینہ اور نصر کے علاوہ اس کی سبھی سورتیں مکی ہیں اور سب کی سب چھوٹی سورتوں (قصار) میں سے ہیں، گرچہ ان کی چھوٹائی میں بھی فرق وتفاوت ہے، لیکن اس سب سے زیادہ اہم اس کی وہ خاص چھاپ ہے جو اس پورے جز کو اپنے موضوع، رخ، نغمگی، صورتوں اور سایوں اور عام اسلوب میں ایک موضوعی وحدت اور اکائی بنادیتی ہے، وہ احساسات پر مسلسل سخت وشدید ضرب لگاتی ہے، انہیں آوازیں دیتی ہے، نیند کے ان ماتوں کو پیہم آواز لگاتی ہے جو گہری نیند میں غرق ہیں، یا

۱-(فی ظلال القرآن ۱/ ۲۷-۲۸)۔

اس کے نشہ میں مخمور ہیں، ان کے احساسات پر خمار طاری ہے، یا ان کو بیدار کرتی ہے جو راتوں کو جاگتے اور رقص ولہولعب کے شور وہنگامے میں بسر کرتے ہیں، ان کی حس پر بھی اس پورے جزء سے پھوٹنے والی ضربیں اور آوازیں پڑتی ہیں، جیسے کہ انہیں کوئی بیدار کرنے والا پکار رہا ہے، جاگو، اٹھو، دیکھو، سنو، جانو اور غور کرو، یقیناً یہاں ایک معبود واحد ہے، یہاں اس کی تدبیر ہے، اس کی تقدیر ہے، اس کی طرف سے آزمائش ہے، اس کی ذمہ داری ہے، اور حساب اور جزاء وسزا ہے، پھر شدید عذاب ہوگا یا بہت بڑی نعمت، بیدار ہو، اٹھو، دیکھو، سنو، جانو اور غور کرو! پھر دوسری بار میں خبردار کرنا ہے، پھر تیسری بار، چوتھی بار..... پانچویں بار.....دسویں بار، ان ضربوں اور آوازوں کے ساتھ گویا کوئی مضبوط ہاتھ ان سوتوں، مخموروں اور بدمستوں کو سختی سے جھنجھوڑ رہا ہے، وہ آنکھیں کھولتے ہیں، خمار آلود نظروں سے دیکھتے ہیں، پھر اسی حالت میں لوٹ جاتے ہیں، وہ جھنجھوڑنے والا سختی سے جھنجھوڑتا ہے، وہ تیز آوازیں پھر گونجتی ہیں، ضربات پھر ان کے دلوں اور کانوں سے ٹکراتی ہیں، کبھی کبھار یہ نیند کے ماتے آنکھیں کھول کر نہیں نہیں بولتے ہیں، پھر بیدار کرنے والے پر کنکڑیاں مارتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، پھر اپنی حالت پر لوٹ جاتے ہیں، وہ آگاہ کرنے والا بیدار کرنے والا دوبارہ ان کو جگانے کی کوشش کرتا ہے، وہ پھر وہی کرتے ہیں جو پہلے کرتے رہے، اس جزء کی تلاوت کے دوران مجھ پر اسی کا خیال گذرتا رہا، میں سوچتا رہا کہ یہ جزء کس طرح معین حقیقتوں پر ارتکاز کرتا ہے جو کم ہیں مگر عظیم القدر اور بھاری بھرکم ہیں، اس کی نغمگی دل کے تاروں کو چھیڑتی ہے، کائنات اور نفس کے معین مشاہد کو سامنے لاتی ہے، قیامت کے متعین واقعات کو ابھارتی ہے، اس میں تکرار وتنوع ہے اور یہ تکرار وتنوع یوں ہی نہیں، بلکہ دانستہ اور بامقصد ہے(۱)۔

اسی طرح علامہ شیخ محمد الطاہر بن ابن عاشور سورت کے مقاصد اکثر وبیشتر بتاتے ہیں اور وضاحت سے ان پر کلام کرتے ہیں، مثال کے طور پر سورہ فاتحہ کے مقاصد کے سلسلہ میں کہا:

۱-(فی ظلال القرآن ۶/ ۳۸۰، دار الشروق القاہرہ)۔

''اس کے مضامین قرآن پاک کے متعدد مقاصد پر مشتمل ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں: اللہ تعالی کی ایسی تعریف وتوصیف جو اس کے تمام مقاصد کو شامل ہو اور تمام تر نقائص سے اس کی تنزیہ، اسکی الوہیت ووحدانیت کا اثبات اور قیامت وحساب کا اثبات، یہ مقاصد الحمدللہ سے لے کر مالک یوم الدین تک میں آ گئے ہیں، اوامر ونواہی ''ایاک نعبد'' میں اور وعد ووعید ''صراط الذین'' سے لے کر آخیر آیت تک میں آ گئے ہیں، یہی قرآن کریم کے مقاصد کے انواع ہیں، دوسری آیات ان کا تکملہ ہیں'' (۱)۔

استاذ سعید حوی کے بھی اس بارے میں اپنے نظریات ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب ''الاساس فی التفسیر'' میں بیان کر دیئے ہیں، اس میں وہ سورہ کے عام ملامح اور عام فضا بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ''الحمدللہ میں اس کی دلیل دے سکا کہ قرآن کا کمال ایک ہی سورہ میں اس کی آیات کی وحدت میں ہے، نیز اس کا کمال اس جامع وحدت میں ہے جو اس کی سورتوں اور آیات کے درمیان ایسے طریقہ سے جوڑ پیدا کرتی ہے جس کی مثال سے دنیا ناواقف ہے، اور اس کا کسی انسان کے دل میں خیال آنا ناممکن ہے (۲)۔

اسلام کے بہت بڑے داعی علامہ شیخ محمد غزالی نے بھی اس قسم کی کاوشیں کی ہیں، چنانچہ اپنی کتاب ''نحو تفسیر موضوعی لسور القرآن الکریم'' کے مقدمہ میں وہ سورہ کی موضوعی تفسیر کے متعلق رقم طراز ہیں: ''یہ تفسیر پوری سورت کو متناول ہے اور اس کا گویا فوٹو کھینچنے کی کوشش کرتی ہے، اول وآخر کو شامل کر کے، اور ان مخفی رشتوں تک پہنچ جاتی ہے جو پوری سورت کو باندھتے ہیں اور اس کے اول کو آخر کی تمہید بنا دیتے ہیں، اور آخر کو اول کی تصدیق بنا دیتے ہیں، میں ان آیات کو

۱-(ملاحظہ ہو: التحریر والتنویر:۱۳۱، محمد الطاہر بن عاشور مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت لبنان پہلا ایڈیشن ۱۴۲۰ھ، مطابق ۲۰۰۰ء)۔

۲-(الاساس فی التفسیر:۱/۲۷ سعید حوی، دارالسلام للطباعۃ والنشر والتوزیع القاہرہ، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء)۔

چنتا ہوں جو سورت کے عام خدوخال کو ابھارتی ہیں اور دوسری آیات کو چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ ان کو خود ہی مشابہ سیاق سے جوڑ لے گا، تاکہ طول کلامی نہ ہو، جس سے قاری کا ذہن بکھر جائے گا(۱)۔

پروفیسر عبداللہ شحاتہ کی بھی اس موضوع پر ایک کتاب ہے جس کا نام ہے: ''أہداف کل سورۃ ومقاصدہا في القرآن الکریم''، اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں: ''جو کتاب ہمارے سامنے ہے وہ قرآنی آیات کی حرفی تفسیر (یعنی تحلیلی تفسیر) نہیں ہے، بلکہ وہ قرآن کی سورتوں کے اہداف و مقاصد پر روشنی ڈالتی ہے، اور ان سورتوں کے بعض احکام وآداب کی وضاحت کرتی ہے(۲)۔

اگر یہاں ہم ان سب حضرات کے اقوال اور ہر سورت کے مقاصد کی تلاش کی مثالیں نقل کرنے لگ جائیں تو اس میں بڑی طوالت ہوجائے گی، کیونکہ اس میں تتبع، انتخاب اور بہت سی ملاحظات وتوضیحات کی ضرورت ہوگی، جن کا یہ مقام نہیں ہے، لیکن آخر میں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ مقاصد قرآن کی ایسی قسم کے کئی مقاصد اور اہم اغراض ہیں جن کا ذکر ڈاکٹر عبداللہ شحاتہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں اختصار کے ساتھ اس کے مقدمہ میں کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''مجھے امید ہے کہ اس کتاب سے قرآن سے شغف رکھنے والے، اس کا مطالعہ کرنے والے، اسے یاد کرنے والے اور طالبین قرآن فائدہ اٹھائیں گے، اس کتاب کے پڑھنے سے ان کا کام آسان ہوگا، کیونکہ کسی بھی سورت کا پہلے تعارف کرلینے، پھر اس کے حفظ کی یا فہم کی کوشش کرنے والا اس کے معانی کا زیادہ احساس کرے گا، اور اس کی آیات میں جو ایک عام روح جاری وساری ہے اس کا زیادہ ادراک کریں گے، حافظہ کرنے کے لئے حفظ آسان ہوجائے گا اور آیات کے اجمالی معانی سے اس کی قرأت اور فہم آسان ہوگا(۳)۔

۱-(نحو تفسیر موضوعی لسور القرآن الکریم ۵-۶، محمد الغزالی، دار الشروق القاہرہ، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء)۔
۲-(اہداف کل سورۃ ومقاصدہا فی القرآن الکریم ۹، ڈاکٹر عبداللہ شحاتہ، طبعۃ الہیئۃ المصریۃ العامۃ الکتاب القاہرہ ۱۹۷۶ء)۔
۳-(ایضا:۹)۔

قرآن پاک کی سورتوں کے مقاصد کو جاننے کے اغراض:

قرآن مجید کی سورتوں کے مقاصد جو ڈاکٹر عبداللہ شحانہ کے کلام میں آئے ہیں ان میں ہم کچھ مقاصد کا اضافہ کرتے ہوئے یوں بیان کر سکتے ہیں:

۱-سورت کے عمومی فہم کی مہم کو آسان کرنا۔

۲-سورت کے جزئیات، اس کے عمومی مقصد اور اساسی موضوع سے ہم آہنگ کرنا۔

۳-قرآن کے فہم اور عمومی استیعاب پر مبنی اس کے حفظ کی مہم کو آسان کرنا۔

۴-سورت کی آیات میں جو روح جاری وساری ہے اس کے احساس وادراک کی کوشش۔

۵-سورت کے مقاصد تفسیر کرنے والے کو اہم اور غیر اہم میں فرق وتمیز کی طرف متوجہ کریں گے۔

۶-سورت میں آیات کی مناسبت کو جان لینا، بقاعی کہتے ہیں: ''جو شخص سورت کے مقصود کو جان جائے گا وہ اس کی آیات اور قصوں اور تمام اجزاء میں نظم وتناسب معلوم کر لے گا''(۱)۔

۷-سورتوں کے مقاصد داعیان دین اور خطیبوں کے لئے بھی بہترین زادراہ ہیں جو قرآن مجید کی سورتوں کے بارے میں گفتگو وخطاب کریں۔

چہارم: آیات قرآنیہ کے تفصیلی مقاصد:

مقاصد قرآن کی چوتھی قسم قرآنی آیات کے تفصیلی مقاصد ہیں، اس میں ہر آیت سے علاحدہ بحث کی جاتی ہے، اور اس کے لئے مفسر کو عربی زبان میں گہرے رسوخ کی ضرورت

۱-(مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور ۱/ ۱۴۹)۔

ہے(۱)، کہ وہ اس کی دلالتوں کو جانے، عرب مختلف الفاظ ومحاوروں کو کیسے استعمال کرتے ہیں، مواقع استعمال کی دلالت کیا ہے، قرآن کریم کے ساتھ تعامل میں اس چیز کا واضح اثر ہے، اس لئے کہ وہ عربی مبین والی کتاب ہے۔

مقاصد قرآن کی یہ قسم کہ مفسر آیت کے معنی ومقصود کو کھولے، جیسے کہ وہ الفاظ سے اعتنا کرتا ہے اوران کی دلالت ومعانی بیان کرتا ہے، قرآن کی بیشتر تفاسیر میں یہ رخ پایا جاتا ہے، آیات کے کلمات کی تفصیلی اور موضوعی تفسیر میں اس کا اہتمام ہوتا ہے کہ جس میں مفسر الفاظ کے معنی بیان کرتا جاتا ہے، اس کی غایت کو واضح کرتا ہے اوراس سے دلالت کی کون سی وجوہ سامنے آتی ہیں ان کو بتاتا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ہماری تفسیری میراث میں یہی چھاپ غالب ہے، یہ بات درست ہے کہ تفسیری رجحانات، مناہج اور مکاتب فکر بہت سے ہیں، لیکن ان سب میں تجزیاتی اسلوب غالب ہے کہ جس میں آیات اور کلمات کے معانی سے آیات کی مراد متعین کی جاتی ہے، موجودہ زمانہ کی تفسیروں میں غالبا یہ چھاپ جس تفسیر پر زیادہ پڑی ہے وہ ''فی ظلال القرآن'' ہے، اس کے ساتھ شیخ سعدی کی تفسیر میں بھی یہی رجحان ہے، جس کا نام ''تفسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان'' ہے، مثال کے طور پر آیت الکرسی کی تفسیر بھی اسی میں شمار ہوگی جو قرآن پاک میں سب سے بڑی آیت ہے اوراس سے مقصود اللہ تعالی کی تعظیم اوراس کی توحید ہے، سید قطبؒ فرماتے ہیں:

''یہ آیت اللہ کی وحدانیت اوراس کی زندگی کو ثابت کرتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ وہ ہر چیز کا نگراں ہے، ہر چیز اسی سے وجود پائی ہے، ہر چیز پر اس کو مطلق ملکیت، مطلق اقتدار اور مطلق قدرت حاصل ہے، اس کا علم ہر شئ کو محیط ہے، وہ ہر شئ کی حفاظت کرتا ہے(۲)۔

۱-(عربی زبان کو جاننا اور سمجھنا تفسیر مقاصد کے بنیادی عناصر میں سے ہے، آگے اس کے محل میں اس کی طرف اشارات کئے جائیں گے)۔

۲-(دیکھئے: فی ظلال القرآن ۱/۲۷۶)۔

یوں کہنا بھی مناسب ہوگا کہ آیات قرآنی کے کئی مقاصد ہوتے ہیں، چنانچہ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر ایک آیت کا الگ مقصد ہو اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ بہت سی آیات ایک مقصد میں جمع ہوجاتی ہیں اور یوں بھی ہے کہ ایک ہی آیت سے کئی مقاصد نکلتے ہوں، تاہم یہ بہت اہم ہے کہ مفسر مقاصد کی تلاش میں تکلف سے کام نہ لے، زبردستی کسی آیت یا آیات سے مقاصد نہ نکالے؛ بلکہ قرآن کریم اور اس کی آیات کو خود اپنے مقاصد کے بارے میں بولنے دے۔

قرآن کریم کی آیات کے تفصیلی مقاصد کی معرفت کے مقاصد:

قرآن کریم کے مقاصد عامہ کی معرفت کے اپنے فائدے ہیں اور اس کے میدانوں ومجالات اور سورتوں کے خاص مقاصد کے اپنے فائدے ہیں، اسی طرح قرآن کی آیات کے تفصیلی مقاصد کی معرفت کے بھی فوائد ہیں، بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱- آیت کریمہ کا درست فہم حاصل کرنا اور اس کے مضامین کے حقائق سے آگاہی۔

۲- ہر آیت کے تفصیلی مقاصد کی روشنی میں آیت کو ماقبل ومابعد سے مربوط کرنا۔

۳- ہر آیت کے ماقبل ومابعد کے نظم کو ایک ناحیہ سے دریافت کرنا تو دوسرے ناحیہ سے پوری سورت اور اس کی تمام آیات کو باہم مربوط کرنا۔

۴- آیت کا مقصد ہی اس کی تفسیر میں حاکم ہوگا، مفسر اس کی تفسیر میں اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا آیت کا مقصد اجازت دے گا، اور جس سے مقصودہ غرض پوری نہ ہو اس کی کوشش نہ کرے۔

۵- قرآن پاک کے اتارنے سے جو مقصود ہے وہ اس پر تدبر ہے، اس کے متضمنات کو ڈھونڈنا ہے تدبر معانی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور یہ مقصد قرآن کے تمام انواع واقسام پر صادق آتا ہے۔

پنجم: قرآن پاک کے کلمات اور حروف کے مقاصد:

قرآن کریم کے مقاصد کی جتنی قسمیں ہیں غالبا ان میں سے یہ اس کا آخری مرتبہ ہے

اور وہ قرآن کے کلمات وحروف کا مقصد ہے، یہ تو معلوم ہے کہ قرآن کے نظم کی عمارت کا بنیادی اور سب سے بڑا عنصر کلمات وحروف ہی ہیں، یہی وہ نظریہ ہے جس کی عمارت امام عبدالقاہر جرجانی نے اپنی کتاب دلائل الاعجاز میں اٹھائی ہے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کیا ہے، قرآن پاک ایسے کلمات کو منتخب کرتا ہے جن کی ادائیگی اور دلالت، نیز ان کی موسیقی اور آہنگ آیت اور سورت کے سیاق سے ہم آہنگ ہو اور اس مقصد عام سے بھی ہم آہنگ ہو جس کے لئے کلام لایا جارہا ہے۔

منتخب کلمات وحروف کی اس خاصیت کو بیان کرنے میں؛ بلکہ آیات کے فواصل کے مابین نظم قائم کرنے میں استاد سید قطب کو خاص مہارت حاصل ہے، چنانچہ سورت مریم کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: ''اس سورت کی عام فضا رحمت، خوشی اور تعلق کی ہے، اس کا آغاز حضرت زکریا کے لئے رحمت کے ذکر سے ہوتا ہے، ''**ذکر رحمة ربک عبده زکریا**''، جو اپنے رب سے سرگوشی کررہے ہیں: ''**اذنادی ربه نداءً خفیا**''۔

سورہ کے بیچ میں رحمت اور ''رحمٰن'' جیسے الفاظ بار بار آئے ہیں، اسی طرح مومنین کو جو نعمتیں ملیں گی انکا ذکر ''ودّ'' (محبت) سے کیا گیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ''**ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا**'' (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اللہ ان کے لئے محبت رکھ دے گا)، یحی علیہ السلام پر جو نعمتیں مبذول ہوئیں ان کے بارے میں آیا ہے کہ ان کو حنان (شوق) عطا ہوا، ''**وحنانا من لدنا وزکوة وکان تقیا**'' (ہم نے ان کو اپنی طرف سے شوق و پاکیزگی عطا کی اور وہ تقوی والے تھے)، عیسی علیہ السلام پر اپنی نعمت کو یوں بیان کیا کہ وہ اپنی والدہ کے فرمانبردار، لطف والے اور محبت کرنے والے تھے ''**وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا**'' (مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار ومحبت کرنے والا بنایا اور ظالم اور جفار کا نہیں بنایا)، قرآن کے کلمات، عبارات اور سایوں میں تمہیں رحمت کا لمس اور اس کا لطیف سریان محسوس ہوگا، جیسا کہ کلمۃ شرک کا اثر ایسا لگے گا کہ کائنات ہل

رہی ہے، تھرتھرا رہی ہے اور اس کی فطرت اس کو سہار نہیں سکتی، تمہیں یہ بھی محسوس ہوگا کہ سورت میں ایک خاص موسیقی کا صوتی آہنگ ہے، یہاں تک کہ اس کے الفاظ کی ادائیگی اور اس کے فواصل میں نرمی اور گیرائی ہے، جیسے رضیا سر یا خفیا نجیا وغیرہ، جن جگہوں پر سختی وشدت کا تقاضا ہوتا ہے ان میں اکثر فواصل کی دال پر تشدید آتی ہے جیسے: مدّا، صدّا، إذّا، ہدّا یا زامشدد جیسے عزّا، ازّا۔

سورۂ مریم میں موسیقی، فواصل اور قافیوں کا آہنگ فضا اور موضوع کی مناسبت سے بدلتا ہے، حضرت زکریا اور یحیی علیہما السلام کے قصہ سے یہ سورت شروع ہوتی ہے، اور یوں آگے بڑھتی ہے، "**ذكر رحمة ربك عبده زكريا إذنادى ربه نداء خفيا .....الخ**" (اس سورت میں اپنے رب کی رحمت کا ذکر کیجئے جو اسنے اپنے بندے زکریا پر کی جب اس نے اپنے رب سے سرگوشی کرتے ہوئے مناجات کی)، پھر مریم اور عیسی کی داستان میں بھی اسی فاصلہ وقافیہ کی پابندی کی جاتی ہے، فرمایا: "**واذكر فى الكتاب مريم إذا انتبذت من أهلها مكانا شرقيا فاتخذت من دونهم حجابا فأرسلنا إليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا الخ**" (اور کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے ہٹ کر دور مشرق کی طرف گئی اور ان سے اوٹ میں ہوگئی تو ہم نے اپنے فرشتے کو ان کے پاس بھیجا جو بشری صورت میں مریم کے سامنے آ گیا)۔

یہ داستانیں ختم ہوتی ہیں پھر عیسی بن مریم علیہ السلام کی حقیقت کے اثبات اور ان کی ابنیت کے معاملہ میں فیصلہ کن بات کہی گئی تو فواصل اور قوافی کا نظام بدل گیا، فواصل بڑے ہوگئے، اور قافیہ کا خاتمہ میم یا وقف کے وقت نون مستقر ساکن پر ہوا، نا کہ ڈھیلی یائے ممدودہ پر ہوا، چنانچہ کہا گیا: "**ذلك عيسى بن مريم قول الحق الذي فيه يمترون ماكان الله أن يتخذ من ولد سبحانه، إذا قضى فيه امرا فإنما يقول له كن فيكون الخ**" (یہی ہیں عیسی ابن مریم، خدائے بزرگ وبرتر کا کلمہ، جس میں لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ

کوئی بچہ اختیار کرنے والا نہ تھا، نہ ہی یہ اس کے لئے زیبا تھا، وہ جب کسی چیز کا فیصلہ کرلیتا ہے تو وہ بس کن کہہ دیتا ہے اور وہ چیز ہوجاتی ہے)۔

عیسی کے بارے میں یہ قطعی بات ختم ہوئی اور سلسلہ بیاں پھر واقعات کی طرف پلٹا تو دوبارہ لمبا اور ڈھیلا قافیہ آنا شروع ہوگیا، چنانچہ کہا گیا:''**واذکر فی الکتاب ابراهیم، إنه کان صدیقا نبیا، اذ قال لأبیه یاآبت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا**''(سورۂ مریم:۴۱-۴۱)۔

اس کے بعد جب مکذبین اور انکے انتظار میں جو عذاب وانتقام ہے اس کا تذکرہ آیا تو موسیقی کا آہنگ اور قافیہ کی دھن بدل گئی:''**قل من کان فی الضلالة فلیمددله الرحمن مدّا حتی اذا رأوا ما یوعدون إما العذاب وإما الساعة فسیعلمون من هو شر مکانا وأضعف جندا.....الخ**''، آگے جہاں استنکار اور اظہار تفرق کا موقع آیا تو دال پر تشدید لگا دی اویوں آواز وآہنگ میں شدت پیدا ہوگئی،''**فقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا إدّا، تکاد السماوات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا**''(سورۂ مریم:۸۸-۹۰)، اسی طرح اس سورت میں معنی اور فضا کے مطابق موسیقی کا آہنگ بدلتا رہتا ہے اور سورت کے درمیان معنی ومطلب کے مطابق ہی آہنگ بدلتا جاتا ہے، جیسے جیسے سیاق ایک معنی سے دوسرے معنی اور ایک فضاء سے دوسری فضاء میں بدلتا ہے(۱)۔

سورۂ عبس میں جو لفظ''الصاخة''آیا ہے، اس پر وہ یہ تبصرہ کرتے ہیں:''**صاخة**''ایسا کلمہ ہے جس میں شدید وسخت اور پار ہوجانے والی آواز ہے، قریب ہے کہ وہ کان کے پردہ کو پھاڑ ڈالے کہ وہ ہوا کو چیر کر کان تک پہنچتی ہے اور اس سخت وشدت کی آواز سے وہ اس مقام اور منظر کو سامنے لا رہی ہے جس کا ذکر اس کے بعد آیا ہے، وہ منظر ہے جب انسان اپنے سب

۱-(فی ظلال القرآن ۴/ ۲۳۰۰-۲۳۰۱)۔

سے قریبی رشتوں سے بھاگے گا، فرمایا: ''**يوم يفر المرء من أخيه وأمه وأبيه وصاحبته وبنيه**'' (سورۂ عبس: ۳۴ تا ۳۶)(۱)۔

حق یہ ہے کہ استاذ سید قطب شہید نے قرآن کے الفاظ وحروف کے انتخاب سے متعلق جو گفتگو فرمائی ہے، اور ان الفاظ کی قرآن کے سیاق اور اغراض سے ہم آہنگی کے بارے میں اپنی کتاب ''التصویر الفنی فی القرآن'' میں گفتگو کو کمال تک پہنچا دیا ہے، خاص کر ''فصل التناسق الفنی'' میں انہوں نے مناسبت کے ایسے رنگوں اور درجوں کی نشاندہی تو کی ہی ہے جن پر بعض متقدمین نے بھی کلام کیا، ساتھ ہی انہوں نے بعض ایسی چیزیں بھی پالی ہیں جن کی کسی اور کو توفیق نہیں ملی، مثلاً وہ بیان کرتے ہیں: ''الفاظ کے انتخاب سے عبارت کی تالیف، پھر اس میں ایک خاص طرح کا نظم وتناسب اور الفاظ وعبارتوں کے اس انتخاب سے ایک خاص طرح کا صوتی آہنگ پیدا ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ آیات کے سیاق میں اغراض واہداف کو متعین کرنے میں معنوی تسلسل ہوتا ہے اور ایک غرض سے دوسری غرض کو منتقل ہونے میں بھی خاص تناسب واقع ہوتا ہے۔

اس مقام پر ہم استاذ سید صاحب کے ساتھ تھوڑا رک کر دیکھتے ہیں کہ قرآن کسی سورت سے غرض مقصود کو پورا کرنے میں کس طرح الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اور ان کے سیاق کی دلالتیں کیسے ہوتی ہیں، فرماتے ہیں:

''کبھی کبھی پوری عبارت نہیں، بلکہ صرف ایک لفظ سے ایک پوری تصویر کھینچ دی جاتی ہے، صرف نقوش کی بات نہیں، یہ درجہ تصویر کشی کے پہلے درجہ سے آگے کا مرحلہ ہے، اور اس میں مناسبت بھی اعلی درجہ تک ہوتی ہے، اس درجہ کی قیمت میں اس سے اضافہ ہوتا ہے کہ مجرد ایک لفظ ہی تصویر گری کا کام کر جاتا ہے، کبھی کانوں میں جو آواز پڑتی ہے اس سے اور کبھی اس

۱-(فی ظلال القرآن ۶/ ۳۸۳۴)۔

شبیہ سے جو خیال میں پیدا ہوجاتا ہے، اور کبھی دونوں سے ایک ساتھ کام لے لیتا ہے، مثال کے طور پر آیت کریمہ:"**يا أيها الذين آمنوا مالكم اذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم إلى الأرض**" میں لفظ "**اثاقلتم**" کو دیکھئے: جب کان اس لفظ کو سنتا ہے تو خیال میں وہ جسم کوندتا ہے جسے اٹھانے والے مشکل سے اٹھا رہے ہیں اور بوجھ سے وہ گرا جا رہا ہے، ان کے ہاتھوں سے، تو اثاقلتم میں وہ زور وقوت ہے جو تثاقلتم کہنے میں نہیں پیدا ہوسکتا تھا، اس میں آواز کم ہوجاتی ہے، یہ اثر چلا جاتا ہے اور لفظ کے ذریعہ جو تصویر کھینچنی مطلوب ہے ومناسب ہوجاتی ہے۔

اسی طرح "**وإن منكم لمن ليبطئن**" کو پڑھیئے، عبارت کے پورے آہنگ سے اور خاص کر لیبطئن سے ایک خاص آواز پیدا ہوتی ہے، زبان سے یہ کلمہ ادا کرتے ہوئے لڑکھڑاتی ہے، گویا یوں بطء (سستی) کو آخری درجہ تک پہنچادیا جاتا ہے۔

آپ حضرت ہود علیہ السلام کا قول پڑھتے ہیں:"**أرأيتم إن كنت على بينة من ربي وآتاني رحمة من عنده فعميت عليكم انلزمكموها وأنتم لها كارهون**" (سورۂ ہود:۲۸) آپ کو یہ احساس ہوگا کہ "**انلزمكموها**" سے ضمائر کو ایک دوسرے سے جوڑ دینے اور ملا دینے سے جبر واکراہ کی ایک تصویر سامنے آجاتی ہے، کہ جیسے لوگوں کو ان کی کراہت کے باوجود ملایا جارہا ہے اور جس سے وہ بھاگ رہا ہے، اسی سے جوڑا جارہا ہے، ہم آہنگی کا یہ درجہ ظاہری بلاغت سے اعلی اور لفظی فصاحت سے ارفع ہے، کہ جن کو قرآن کے بعض قدیم وجدید محققین قرآن پاک کی سب سے بڑی خصوصیت قرار دیتے رہے ہیں۔

اسی طرح آیت کریمہ:"**والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضى عليهم فيموتوا ولايخفف عنهم من عذابها كذلك نجزى كل كفور وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذى كنا نعمل**" (سورۂ سبا:۳۶،۳۷) میں لفظ

"**یصطرخون**" کوآپ سنیں گےتوایسا لگےگا جیسے ہرطرف سے سخت شوروہنگامہ اور چیخ وپکار کی بازگشت دیتی ہو، جوایسے گلوں سے نکل رہی ہے جوکھردری آواز والے ہیں، اس چیخ وپکار سے یہ بھی محسوس ہوگا کہ یہ وہ بے یارومددگار ہیں کوئی بھی ان کی سننے والا یاان پرتوجہ دینے والانہیں ہے، اوراس سب سے آگے اس شدید عذاب کا احساس بھی ہوتا ہے جس میں وہ پڑے ہوئے چلارہے ہیں، توجب صرف ایک لفظ سے اتنی ساری تصویر کھینچ جائیں تواسی سے نظم کافن رفعت کو پہنچ جاتا ہے، ایسے ہی "**عتل بعد ذلک زنیم**" میں لفظ عتل بال کی کھال نکالنے والے سخت وتنشدد شخص کی تصویر سامنے لاتا ہے، اورآپ "**وما هو بمزحزحه من العذاب أن یعمر**" کو سنیں گےتو" مزحزحہ" کے ایک اکیلے لفظ سے ہی دور ہٹانے اور بھگانے کے عمل کی شکل سامنے آجاتی ہے، آیت کریمہ "**فکبکبوا فیها هم والغاؤون وجنود إبلیس اجمعون**" میں "کبکبوا" اس حرکت کی آواز پیدا کرتا ہے جس سے وہ یہ عمل انجام پاتا ہے(۱)۔

یوں خاص معانی دینے کے لئے خاص الفاظ اورغرض مقصود سے ہم آہنگ حروف و عبارات کے انتخاب سے اعجاز قرآنی بھی تجلی بکھیرتا ہے اوراعلی درجہ کا نظم قرآنی بھی ابھر کر سامنے آتا ہے، جیسا کہ فی ظلال القرآن اورالتصویر الفنی فی القرآن کے مصنف کہتے ہیں۔

قرآن کے حروف وکلمات کے مقاصد کو جاننے کی غرض:

قرآن کریم کے حروف وکلمات کی خصوصیات اوران کو چننے نیز آیات قرآنیہ کے اندر حروف کو چننے کی جانکاری کے کئی اہم مقاصد ہیں، جن میں سے کچھ ملاحظہ ہو:

۱-قرآن پاک پر چھائی بلاغت کا تذوق (لطف لینا)۔

۲-اس یقین میں اضافہ کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، انسان کا کلام نہیں۔

۳-قرآن کے حروف وکلمات اوراس کی سورتوں وآیات میں جو حیرت انگیز نظم و

۱-(التصویر الفنی فی القرآن:۹۱-۹۲)۔

تناسب پایا جاتا ہے اس کا ادراک ، کیونکہ ایک طرف تو اس کے الفاظ وحروف کے مابین کوئی غرابت وشذوذ اور تنافر نہیں ہے، دوسری طرف سورہ کے سیاق اور مقاصد سورت کے اغراض میں بھی کوئی غرابت وتنافر نہیں ہے۔

۴-مومن کے دل میں قرآن کی قدر و قیمت بڑھتی ہے، اس سے رشتہ مضبوط ہوتا ہے اور اسکی محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔

۵-عربی زبان کو مختلف سطحوں صوتیات، نحو وصرف وبلاغت واسلوب اور قرآن سے حظ اٹھانے اور اس پر تدبر کرنے میں جو دلالتیں ہیں ان کی سطح پر پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوگی اور اس طرح انسان قرآن کے ذریعہ اپنی زندگی کو خوش بخت بنا سکے گا۔

تیسرا مبحث

قرآن کریم کے مقاصد دریافت کرنے کے طریقے

ہم قرآن پاک کے مقاصد کیسے دریافت کریں گے؟ کیا جس چیز کو بھی قرآن کا مقصد قرار دے دیا جائے اس پر بھروسہ کر کے اس پر عمل آوری اور اس پر مزید بنا رکھنا صحیح ہوگا، یا قرآن کریم کے مقاصد کی معرفت کے کچھ خاص راستے اور ذرائع ہیں۔

یہ معلوم ہے کہ مقاصد شریعت کے بہت سے وسائل اور طریقے ہیں، اسی طرح جو ان کے مکلفین ہیں ان کے بھی ذرائع ہیں، اسی طرح مقاصد کی جو اصولی علت ہے اصول فقہ کی کتابوں میں ان کے بھی مناہج موجود ہیں، اسی طرح قرآن پاک جو کتابوں کی کتاب، دلیلوں کی دلیل اور ملت کے لئے سرچشمہ قوت ہے، اس کے مقاصد وغایات بتانے کے لئے وسائل وذرائع ہونے چاہئیں؟

قرآن کریم کے مقاصد کو بیان کرنے کے طریقوں کے سلسلہ میں بحث دراصل اس ضابطہ کو تلاش کرنے کی بحث ہے جس کے ذریعہ قرآن کے مقاصد کو حاصل کیا جا سکے، یہ بحث ہی ان پر صحیح عمل اور ان کو درستگی کے ساتھ روبہ عمل کرانے کی کلید ہے، یعنی وہ بنیادی قدم ہوگا کہ اگر وہ صحیح طور پر اٹھالیا جائے تو اس کے بعد جو ہوگا وہ بھی درست ہوگا، اگر اسی میں غلطی ہوگی تو مقاصدی مفسر مضطرب ہوگا اور کچھ کا کچھ کر گزرے گا، اسی وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ مقاصدِ قرآن کی بحث بازیچہ اطفال نہ بن جائے اور اس سے مقاصد کے دعوی کے ذریعہ نصوص کو منہدم کرنے والوں کو کوئی بہانہ ہاتھ نہ آجائے، جیسا کہ آج کل مقاصد شریعت کے بعض مدعیان

کرتے ہیں۔

قرآن کے مقاصد کے پتہ لگانے کے ہمارے نزدیک چار طریقے ہیں:

مقصد کے اوپر قرآنی نص، استقراء، استنباط اور اس باب میں قرآن کریم کے علماء کے تجربے اور کوششیں۔

اول: مقصد پر خود نص قرآنی کی دلیل:

متکلم سے بڑھ کر کوئی بھی اس کے اغراض کلام کو نہیں بتا سکتا اور انسان کلام اللہ کے معنی ومقصود کا پہلا ہدف ہے، اللہ جل شانہ نے خود اپنے کلام پاک کے مقاصد بیان فرما دیئے ہیں۔

چنانچہ وہ مقاصد عامہ جو ہم نے استاد گرامی الریسونی کے حوالہ سے گزشتہ سطور میں بیان کئے تھے، یعنی: ہدایت، رحمت، سعادت اور اصلاح فکر وغیرہ، ان سب کے بارے میں قرآن پاک نے واضح طور پر اپنی آیات میں بتا دیا ہے، چنانچہ اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کے سلسلہ میں فرمایا: "**الر كتاب أحكمت آياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير الا تعبدوا إلا الله انني لكم منه نذير وبشير،وان استغفروا ربكم ثم توبوا اليه يمتعكم متاعا حسنا الى اجل مسمى و يؤت كل ذي فضل فضله وإن تولوا فاني اخاف عليكم عذاب يوم كبير**" (سورۂ ہود:۱-۳) (یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں، پھر حکیم وخبیر خدا نے ان کی تفصیل بیان کی ہے، کہ عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی، میں تم کو اسی کی طرف سے بشیر ونذیر ہوں اور اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو، وہ تمہیں ایک معلوم مدت تک اچھی طرح لطف اندوزی کرنے دے گا اور وہ ہر صاحب فضل کو اپنا فضل دے گا)۔

اور فرمایا: "**تنزيل الكتاب من الله العزيز الحكيم، إنا انزلنا اليك الكتاب بالحق فاعبد الله مخلصا له الدين،الالله الدين الخالص**" (سورۂ

زمر:۱-۳)(اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو عزیز وحکیم ہے، ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف اتاری ہے، تو اسی کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو، بے شک اسی کے لئے ساری بندگی ہے)۔

بندوں کی دینی ودنیوی ہدایت کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:''**الم ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین**'' (سورۂ بقرہ:۱)(الم، وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، وہ تقوی والوں کے لئے ہدایت ہے)، اور فرمایا:''**شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدی للناس و بینات من الهدی والفرقان**''(سورۂ بقرہ:۱۸۵)(رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت اور حق وباطل میں فرق کرنے والی دلیلیں ہیں)، اور فرمایا:''**قلنا اهبطوا منها جمیعا فإما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون**'' (سورۂ بقرہ:۳۸)(ہم نے کہا سب کے سب یہاں سے چلے جاؤ، پس اگر تمہارے پاس میرے پاس سے رہنمائی آئے تو جس نے بھی میری رہنمائی کو قبول کیا وہ نہ خوف زدہ ہوں گے، نہ ان پر کوئی غم ہوگا)، اور فرمایا:''**الم الله لا اله الا هو الحی القیوم، انزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه وأنزل التوراة والانجیل، من قبل هدی للناس وانزل الفرقان**''(سورۂ آل عمران:۱-۳) (الم، اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں، وہ حی وہ قیوم ہے، تمہارے اوپر اس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری، اس سے پہلے جو کتابیں اتریں ان کی تصدیق کرتی ہوئی، اسی نے تورات وانجیل نازل کی تھیں، اس سے قبل لوگوں کی رہنمائی کے لئے اور اسی نے فرقان اتارا)۔

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''**قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ویخرجهم من الظلمات إلی النور بإذنه ویهدیهم إلی صراط مستقیم**''(سورۂ مائدہ:۱۵-۱۶)(تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آچکی ہے، اس کے ذریعہ سے اللہ انہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس

کی رضا کی پیروی کرتے رہتے ہیں اور انہیں اپنی توفیق سے نور کی طرف تاریکیوں سے نکال کر لاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ دکھائے رہتا ہے)، اور فرمایا: ''**ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم ويبشرالمؤمنين الذين يعملون الصالحات أن لهم اجرا كبيرا**''(سورۂ اسراء:۹)(یہ قرآن اس راستہ کی طرف بلاتا ہے جو سب سے بہتر ہے، اور ان مومنین کو بشارت دیتا ہے جو عمل صالح کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے)۔

تزکیہ اور تعلیم حکمت کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: ''**ربناوابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم آياتک ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم إنک انت العزيز الحكيم**''(سورۂ بقرہ:۱۲۹)(اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج دے جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تو عزیز وحکیم ہے)۔

اسی طرح فرمایا: ''**كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم مالم تكونوا تعلمون**''(سورۂ بقرہ:۱۵۱)(اسی طرح جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول تمہیں میں سے بھیجا جو تمہارے روبرو ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں اس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے) اور مزید فرمایا: ''**لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من أنفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين**''(سورۂ آل عمران:۱۶۴)(حقیقت میں اللہ نے (بڑا) احسان مسلمانوں پر کیا جبکہ انہیں میں سے ایک پیغمبر ان میں بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلاء تھے)۔

مقصد رحمت وسعادت کے بارے میں یہ آیات ملاحظہ کریں:

"**وما ارسلناک إلا رحمة للعالمین**" (سورۂ انبیاء:۱۰۷)(ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

اورفرمایا:"**وننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنین، ولا یزید الظالمین إلا خسارا**" (سورۂ اسراء:۸۲)(ہم نے قرآن اتارا ہے جو مومنوں کے لئے شفا و رحمت ہے اور ظالموں کے لئے محض ٹوٹا اور خسارا)۔

اور فرمایا:"**طه ما انزلنا علیک القرآن لتشقی، إلا تذکرة لمن یخشی**" (سورۂ طہ:۱-۳)(طہ، ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑیں، وہ تو خشیت رکھنے والوں کے لئے ایک یاددہانی ہے)۔

اورمزیدفرمایا:"**یا ایها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرسول إذا دعاکم لما یحییکم واعلموا أن الله یحول بین المرء وقلبه وأنه إلیه تحشرون**" (سورۂ انفال:۲۴)(اے ایمان والو اللہ و رسول کا کہا مانو جو تمہیں زندگی کی طرف بلاتے ہیں اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے مابین حائل ہوجاتا ہے، اور یہ کہ تم اسکی طرف اٹھا کر لے جائے جاؤ گے)۔

مقصد کے بارے میں یہ آیات بطور نمونہ ذکر کی گئی ہیں، حصر کے طور پر نہیں، کیونکہ ایسی بہت سی آیتیں ہیں جو سابقہ مقاصد میں سے کسی نہ کسی مقصد پر دلالت کرتی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی عام مقاصد ہیں جن کے بارے میں قرآن گفتگو کرتا ہے، مثلاً:

۱-عدل وحق کی اقامت کا مقصد، ۲-لوگوں کو ظلمت سے روشنی میں لانے کا مقصد علاوہ ازیں بہت سے مقاصد ہیں جن کے بارے میں قرآن نے بڑی صراحت سے بتایا ہے۔

یہ طریقہ کہ خود قرآن ہی اپنے مقاصد عامہ بتادے سب سے اول اور سب سے لائق ترجیح طریقہ ہے۔

اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے طول وعرض میں قرآن کسی خاص موضوع پر گفتگو

کرتے ہوئے اپنے کسی خاص مقصد یا مقاصد خاصہ کو بھی زیر بحث لے آتا ہے، جیسے کہ ہم نے گذشتہ سطور پر شادی کا تذکرہ کیا تھا، یہاں قرآن نے یہ بتا دیا ہے کہ اس میدان میں یا اس موضوع میں مقصد خاص وہی ہے جس کو خود قرآن نے ہی مقصد قرار دیا ہو، لہذا خاص مقصد یا مقاصد کی تعیین کا بھی سب سے اعلی، اشرف اور اول طریقہ خود قرآن کا ہی بیان ہوگا، کیونکہ اس میں قطعیت ہوتی ہے، ظنیت کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اور مقصد متعین واضح، روشن اور ثابت ہوجاتا ہے۔

دوم: استقراء:

استقراء جیسا کہ معلوم ہے کسی حکم کلی یا قاعدہ عامہ کو نکالنے کے لئے جزئیات کے تتبع کو کہتے ہیں، منطق کی اصطلاح میں امام غزالی نے اس کی تعریف یوں کی ہے: ''کسی شئ کلی کے تحت آنے والی بہت سی جزئیات کی تلاش کہ جب ان کا حکم تمہیں معلوم ہوجائے گا تو اس کلی کا حکم بھی معلوم ہوجائے گا(۱)، علامہ طاہر بن عاشور نے اس کو سب سے بڑا ذریعہ کہا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

اول- جس کو انہوں نے سب سے بڑی قسم بتایا ہے، بہت ساری ایک جیسی علل کا استقراء جو کسی ایک متحد حکمت تک پہنچا دیں اور جس سے ہم فیصلہ کرسکیں کہ یہ ایک مقصد شرعی ہے۔

دوم- کسی علت میں شریک کچھ احکام کے دلائل کا اس طرح استقراء کہ ہمیں یہ یقین ہوجائے کہ وہی علت شارع کا مقصد مراد ہے(۲)، اس کی پھر دو قسمیں ہوجاتی ہیں: استقراء تام اور استقراء ناقص، اور یہ شریعت کے مقاصد نیز قرآن کریم کے مقاصد کے پتہ لگانے کے ذرائع

۱- (ملاحظہ ہو: معیار العلم فی فن المنطق: ۱۴۸، از ابو حامد الغزالی، جس کی شرح احمد شمس الدین نے کی ہے، شائع کردہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان دوسرا ایڈیشن: ۲۰۱۳ء)۔

۲- (دیکھئے: مقاصد الشریعۃ ۱۷-۱۸، دار السلام کا ایڈیشن)۔

میں سے ایک ہے اور میرا خیال ہے کہ کسی بھی علم کے مقصد عام یا خاص کو جاننے کے لئے ہمیں استقراء کی ضرورت پڑتی ہے۔

مقاصد عامہ کی تلاش کے لئے استقراء ایک راستہ:

مقاصد قرآنیہ کے باب میں استقراء ہی تمام مقاصد کی دریافت کے لئے راستہ ہے، البتہ مقاصد کی اخیر کی دو قسمیں اس سے مستثنی ہیں اور وہ ہیں:

قرآنی آیات کے تفصیلی مقاصد اور حروف کے مقاصد، اس لئے کہ ان دونوں میں مقاصد کا استنباط الفاظ اور ان کی دلالتوں پر، نیز عربوں کے ان کے استعمال پر، یعنی یوں کہا جاسکتا ہے کہ مقاصد عامہ اور مقاصد خاصہ میں مقاصد شریعت کو دریافت کرنے کا طریقہ استقراء ہے، جبکہ جزوی مقاصد کی تلاش اور دریافت اجمالی طور پر استنباط پر قائم ہے(۱)۔

لہذا مقاصد قرآن کی قسموں میں جس پہلی قسم کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ان کی معرفت کا طریقہ خود قرآن کی آیات کا استقراء ہے کہ قرآن اپنے بارے میں بات کرتا ہے، اپنی غایات اور مقاصد خود بتاتا ہے، صرف کسی آیت میں نہیں؛ بلکہ متعدد آیتوں میں، کیونکہ اس کے مقاصد متعدد اور متنوع ہیں جن کا حصر کسی ایک آیت میں نہیں ہوسکتا اور ہم قرآن کے سارے مقاصد کو تبھی جان سکتے ہیں جب اس کی تمام آیات کا دقت نظری اور منصوبہ بند انداز میں استقراء کریں، جن سے کوئی بھی چیز نہ چھوٹے، قرآن کے مقاصد عامہ کی تلاش کا ذریعہ استقراء دو طرح پر ہوگا:

قرآن سے تمام مقاصد کا استقراء ان کا حصر کرنے اور ان کو مرتب کرنے کے طریقے سے۔

۱-(اس بارے میں ملاحظہ کریں: ہماری کتاب: **المقاصد الجزئية ضوابطها، حجيتها وظائفها، اثرها فی الاستدلال الفقهی**: ۳۰۴-۳۵۸، دار المقاصد القاہرہ الطبعۃ الاولی ۱۴۳۶ھ، مطابق ۲۰۱۵ء)۔

پورے قرآن پاک کی ان آیات کا استقراء کرنے کے طریقے سے جو کسی بھی مقصد سے مربوط ہوں، یہ دوسرا ذریعہ تفسیر موضوعی میں سے بھی شمار کیا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر اگر اللہ کی توحید اور عبادت کو اس کے لئے خاص کرنے کو ایک مقصد قرار دے لیں، پھر پورے قرآن پر اسی حیثیت سے نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس مقصد کو اپنی ماہیت، فطرت، انواع، طرق قواعد، موانع اور فوائد کے حساب سے کسی نظر سے دیکھتا ہے۔

مقاصد خاصہ کی دریافت کے لئے استقراء ایک ذریعہ:

اور مقاصد خاصہ چاہے وہ مجالات دوائر کے مقاصد ہوں یا دائروں کے یا پورے قرآن کے موضوعات کے مقاصد ہوں یا اس کی سورتوں میں سے کسی سورت کے مقاصد ہوں ان کو تلاش کرنے کا طریقہ اور ذریعہ بھی استقراء ہے۔

اس میں مقاصد قرآنیہ کے معلوم کرنے کا راستہ یہ ہے کہ پہلے کسی موضوع یا مجال سے متعلق تمام آیات جمع کر لی جائیں، پھر ان کی درجہ بندی کی جائے، اس مقصد کو حاصل کرنے یا تشکیل دینے کی کیفیت یا مرحلہ کا پتہ لگانے کے لئے مکی و مدنی کو الگ الگ کر لیا جائے۔

اس طرح سے ہم کسی مجال یا موضوع سے متعلق مقصد یا مقاصد کو معلوم کر سکیں گے، مختلف میدانوں کے خاص مقاصد پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے اوپر شادی کی مثال جو پیش کی تھی اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے اور یہی چیز ہر موضوع یا میدان کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔

سورتوں کے مقاصد معلوم کرنے کے لئے بھی استقراء ایک راستہ:

تفسیر کے بعض معاصر محققین نے سورتوں کے مقاصد کو ایک مستقل علم قرار دیا ہے(۱)، جس کی اپنی اہمیت، اپنے دلائل، اپنے اصول اور تفسیر کے باب میں اہمیت اور اس کو تلاش

۱-(ان محققین میں ڈاکٹر محمد ربیعہ ہیں جو جامعۃ القصیم کی فیکلٹی آف شریعہ اینڈ اسلامک اسٹڈیز میں قرآن کریم اور اسکے علوم کے شعبہ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں، انہوں نے علم مقاصد السور کے نام سے ایک وقیع مقالہ لکھا ہے، جس میں علم

کرنے کے طریقے ہیں، سورت کے مقاصد معلوم کرنے کے لئے استقراء سے کام لیا جائے گا، جس میں مفسر سورت کے موضوعات وجزئیات کا استقراء کرتا ہے، اور اس طریقے سے تمام جزئیات کا احاطہ کرنے والے ہدف عام یا مقصد واضح تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، وہ ایسا عمل ہے جو مزید تدبر، تأمل، مزید محنت اور قرآن کے ساتھ خاص تعلق قائم کرنے کا ضرورت مند ہے کہ ہمیشہ تلاوت وتدبر ہو، عمل ہو، لگاؤ ہو اور ان سب چیزوں کی پابندی ہو اور اس سب کے بعد اللہ کی توفیق بھی شامل حال ہو۔

سورت کے مقاصد جاننے کے اہم طریقوں میں سے یہ بھی ہے کہ سورت کے نام پر غور وفکر کیا جائے، سورت کے موضوع پر غور کے لئے اس کے آغاز اور ابتدائی آیات کو مرکز توجہ بنایا جائے، اس سے تفسیر کرنے والے پر یہ ظاہر ہوگا کہ سورت اپنے آغاز پر ہی مبنی ہے اور اس کی ابتدائی آیات اس کے موضوعات ومقاصد کو بتانے ہی میں اہمیت وتاثیر رکھی ہیں، مثال کے طور پر سورہ قیامہ کا مطلع (آغاز) "**لا أقسم بيوم القيامة**" (سورۂ قیامہ:۱) سے ہوتا ہے، اسکے بعد پوری سورت میں قیامت کے دن کے احوال، موت اور اس کی کیفیت اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کے وسائل کا مضمون ہی بیان ہوتا چلا گیا ہے۔

سورتوں کے مقاصد معلوم کرنے کے اس اہم ذریعہ کے بارے میں امام بقاعی اپنی کتاب ''نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور'' میں فرماتے ہیں: ''جب میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو اس کے دسویں سال میں میں سورہ سبا تک پہنچا، جہاں میں نے محسوس کیا کہ ہر سورت کا نام بھی اس کے مقصود کو بتانے کے لئے رکھا گیا ہے، کیونکہ کسی چیز کا نام اپنے مسمی کو ظاہر کرتا ہے اور اس کا عنوان اس کے تفصیلی مضمون کو اجمالی طور پر بتا دیتا ہے(۱)۔

مقاصد السور کی تفسیر کے باب میں اہمیت ومرتبہ، اصول وادلۃ پر بات کی ہے، نیز یہ بتایا ہے کہ علماء نے سورتوں کے مقاصد سے کس طرح اعتناء کیا ہے، اور سورتوں کے مقاصد جاننے کے ذرائع کیا ہیں)۔

۱-(دیکھئے: نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور ۱/۱۱-۱۲، برہان الدین البقاعی تحقیق: عبد الرزاق غالب المہدی،

اس کے بعد استاذ محمد ربیعہ نے تقریباً ۱۳/ ایسے امور کی نشاندہی کی ہے کہ سورت کے مقاصد تک پہنچنے میں ان کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے، اور وہ یوں ہیں:

مقصد کا صحیح فہم، اس کی تعریف اور قاعدہ۔

مسلسل غور وفکر اور دقت نظری سے کلام اللہ میں تدبر کرنا۔

اللہ کے کلام کے صحیح فہم کی جستجو میں نیت کا صحیح ہونا۔

اس کے بعد سچی دعا کرنا۔

نزول سورت کے احوال، فضائل اور خصائص کی معرفت کے ذریعہ سورت کے مقدمات کا موقف حاصل کرنا۔

ہر سورت کے مقصد کی تحدید میں قرآن کے مقاصد عامہ کو بنیاد بنانا۔

سورت کے نام اور اس کے دوسرے آنے والے ناموں کے بارے میں غور کرنا اور ان کے مابین رابطہ تلاش کرنا۔

سورت کے شان نزول کے بارے میں سلف سے منقول آثار کو جاننا اور ان سے اس کے مقصد کی تحدید میں استفادہ کرنا۔

سورت کے آغاز وانجام پر غور کرنا اور دونوں میں رابطہ تلاش کرنا۔

سورت کے مضمون پر کلی نظر ڈالنا، اس کے علم سیاق، مناسبات اور روابط پر غور وفکر کرنا۔

کلمات کی دلالتوں میں غور کرنا، ان الفاظ کا انتخاب کیوں کیا گیا اس پر غور کرنا، سورت میں جو الفاظ وحروف بار بار آتے ہیں ان پر غور کرنا۔

سورت کے ساتھ زندہ روحانی تعلق قائم کرنا اور اس کو قائم رکھنا۔

دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء)۔

کسی مسجد میں آیت پر غور وفکر کے لئے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کے مابین مذاکرہ ومباحثہ کرنا۔

ان کتابوں اور تفسیروں سے مدد لینا جو سورتوں کے مقاصد اور مضامین کی تعیین میں مدد دیں(۱)۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ امور مذکورہ صرف مقاصد کی دریافت کے طریقوں اور مناہج کے لئے ہی درست نہیں، بلکہ سورتوں کے مقاصد کی دریافت کے لئے بھی صحیح ہیں، اور بات صرف طرق ومناہج تک محدود نہیں؛ بلکہ ان میں سے بعض کا تعلق قرآن کریم کو برتنے کی تربیت سے بھی اتنا ہی ہے، مثال کے طور پر قرآن کو حرز جان بنالینا، کسی دوست سے اس بارے میں مذاکرہ کرنا، اخلاص نیت اور سچی طلب اور دعا کا پایا جانا، ان امور میں سے بعض سورت کے مقصد کو درستگی کے ساتھ جاننے کے لئے شروط وضوابط کے مرتبہ میں ہیں، جیسے کہ مقصد کا صحیح فہم حاصل کرنا، اس کے حدود وضوابط کو ملحوظ رکھنا، قرآن کے مقاصد عامہ کو بنیاد بنانا وغیرہ، اس معاملہ میں بڑی کدوکاوش اور ریسرچ وتحقیق کی ضرورت ہے۔

سوم: استنباط:

استنباط کا طریقہ بھی استقراء سے الگ نہیں ہے، تو جب استقراء کا کام مکمل ہوجائے تو مفسر یا فقیہ اسی پر اکتفا نہ کرے گا، بلکہ جن چیزوں کو اس نے استقراء سے جمع کیا ہے اب وہ ان میں غور وتدبر کرے گا، اور یہ دیکھے گا کہ کیا ان کا تعلق مقاصد قرآنیہ عامہ سے ہے یا مقاصد قرآنیہ خاصہ سے، اسی طرح آیات قرآنیہ کے تفصیلی مقاصد کے بارے میں بھی دیکھے گا، پھر الفاظ اور ان کی دلالتوں اور ان کے استعمالات کے فہم سے استنباط کے منہاج اور قواعد وضوابط سے کام لے کر استنباط کا عمل انجام دے گا۔

۱-(علم مقاصد السور ۴۷-۵۸، ڈاکٹر محمد الربیعۃ الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ، بمطابق ۲۰۱۱ء)۔

محقق نے استقراء کر کے جتنی آیتیں جمع کی ہیں جب وہ ان پر تحقیق کرے گا اور ان کے معانی ومفہوم میں تدبر کرے گا تو اس کے سامنے بہت سے ایسے نکتے آئیں گے جو آیات کو جمع کرنے اور ان پر غور وفکر کئے بغیر اسکے سامنے نہیں آسکتے تھے، آیات کے استقراء سے کسی مبہم کی وضاحت ہوتی ہے، اسی طرح مختلف قرأتیں جو روایات میں آتی ہیں ان پر نظر ڈالنے سے یا تو حکم مقصود کی توضیح مزید ہوجاتی ہے یا تخصیص ہوتی ہے یا تقیید مطلق ہوتی ہے وغیرہ، قرآن کریم اور سنت نبویہ دونوں کے ساتھ تعامل میں اس چیز کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

ابن حزم فرماتے ہیں: ''کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ وارد نص کا بعض حصہ لے لے بعض چھوڑ دے، دونوں میں حکم کے اندر تفریق کرنا صحیح نہیں، مثلاً لا الہ اللہ کہنے والے کے کلام سے صرف لا الہ (کوئی معبود نہیں) کو لے کر اس کو کافر قرار دے دینا غلط ہے، بلکہ جملہ پورا لیا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی آیت مجمل ہے، اس کے بعد احادیث وروایات میں اس کی توضیح آئی ہے تو دونوں کو ایک دوسرے سے ملا کر دیکھا جائے گا، استثناء ہوگا تو اسی میں سے ہوگا اور عطف ہوگا تو اسی میں سے ہوگا(۱)۔

ابن قیمؒ کہتے ہیں: ''یہ فہم قرآن کا ایک عجیب باب ہے جس کی طرف کچھ ہی اہل علم متوجہ ہو پائے ہیں، کیونکہ ذہن کبھی اس کو اس سے جوڑنے اور مربوط کرنے سے ذہول کر جاتا ہے''(۲)۔

امام شاطبی نے اس کو (قرآن وحدیث کے باہم مربوط ہونے کو) ائمہ راسخین کا

۱-(دیکھئے: الاحکام فی اصول الاحکام ۳/ ۳۶۳-۳۶۴، علی بن احمد بن حزم الاندلسی ابو محمد دار الحدیث القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۴ھ)۔

۲-(اعلام الموقعین ۱/ ۴۱۷)۔

مسلک قرار دیا ہے(۱)۔انہوں نے شریعت کوایک پورے صحیح سالم انسان سے تشبیہ دی ہے اور کہا کہ انسان وہی ہوتا ہے جو ناطق ہو اور اس کے سارے اعضاء کام کریں، وہ ناطق صرف ہاتھ سے یا صرف پاؤں سے یا صرف سر سے یا صرف زبان سے نہیں ہوجاتا؛ بلکہ یہ سارے اعضاء مل کر کام کرتے ہیں تو اس کو انسان کہا جاتا ہے، اسی طرح شریعت ہے، اس کے جتنے بھی دلائل ہیں ان کے مجموعہ سے ہی حکم لگایا جائے گا، صرف کسی ایک دلیل سے ہی نہیں، اگرچہ بظاہر وہ دلیل کافی (ناطق) معلوم ہو، کیونکہ وہ دلیل حقیقی نہیں تو ہمی ہوگی، جیسے صرف ہاتھ کو دلیل نطق سمجھ لیا جائے ،حالانکہ ایسا سمجھنا وہم ہوگا، مبنی بر حقیقت نہ ہوگا، کہ یہ انسان کا جز ہے خود پورا انسان نہیں، ایسے راسخین علماء شریعت کو ایک کل تصور کرتے ہیں جس کا ہر جز دوسرے جز کی خدمت کرتا ہے، انسان کے اعضاء کی طرح، ہاں جو لوگ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں وہ کسی بھی ایک دلیل کو یونہی اچک لیتے ہیں جو بھی سامنے آجائے، چاہے کوئی کلی یا جزئی اس کی معارض ہی کیوں نہ ہو(۲)۔

چہارم: علماء قرآن کے تجربے اور ان کی جدوجہد:

قرآن کریم کے مقاصد معلوم کرنے کا ایک اہم ذریعہ یہ بھی ہے، یہ گرچہ گزشتہ وسائل کی طرح ذریعہ معصوم نہیں، نہ اتنا مضبوط وقوی ہے، لیکن اس کی بھی اپنی اہمیت اور درجہ ہے، بقول ایک محقق کے: ”کیونکہ جن علماء نے اپنی عمریں کلام کے سمجھنے، کلام رسول کے تدبر اور شریعت کے احکام میں غوروفکر میں لگادیں اور ان میں سے بھی مفسرین خاص کر، تو ان کا حق بنتا ہے کہ وہ اپنے علم وتجربہ سے کوئی بات کہیں اور ان کا ہمارے اوپر یہ حق ہے کہ ہم ان کی بات سنیں اور مانیں(۳)۔

۱-(الاعتصام: ۲/ ۵۰، ۵۱ لابی اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی، اس کے نصوص کو ضبط کیا، مقدمہ لکھا، تعلیقات چڑھائیں اور اس کی احادیث کی تخریج کی ہے، مشہور بن حسن آل سلمان، مکتبہ التوحید، ط، د، ت)۔

۲-(مصدر سابق ۲/ ۵۱-۵۲)۔

۳-(مقاصد المقاصد: ۲۲)۔

اس بارے میں العز بن عبدالسلام نے بھی کیا ہی اچھی بات کہی ہے:

''جلب المصالح اور درء المفاسد کے سلسلہ میں جو مقاصد شرع کا تتبع کرے گا اسے معلوم ہوجائے گا کہ اس مصلحت سے اہمال برتنا اور اس مفسدہ کو یونہی چھوڑ دینا صحیح نہیں، حالانکہ اس بارے میں کوئی نص، اجماع یا قیاس خاص نہیں؛ بلکہ شریعت کا فہم ہی اسے واجب کرتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص حکماء وعقلاء میں سے کسی کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور ہر مسئلہ اور مشکل کا فہم اس سے حاصل کرلیتا ہے، پھر اس شخص کے سامنے کوئی مصلحت یا مفسدہ آجائے اور اس کے بارے میں حکماء کی رائے اسے نہ ملے تو اس سے اس نے جو کچھ سیکھا اور جانا ہے، اس کے ذریعہ اسے یہ جاننے میں دیر نہ لگے گی کہ وہ حکیم وعاقل فلاں مصلحت کو پسند کرتا اور اس مفسدہ کو ترک کرتا''(۱)۔

تو جو شخص قرآن کے ساتھ زندگی گزارے، اس پر عمل کرے، اس کی دعوت دے اس کے راستہ میں جہاد کرے یقیناً اسے قرآن کی وہ معرفت، اس کے معانی میں اترنے اور اس کے اغراض ومقاصد کے استنباط کی وہ صلایت حاصل ہوجائے گی جو دوسرے کو نہ ہوگی، اس کو وہ عام ملکہ کلی حاصل ہوجائے گا، جن سے وہ امکانات وآفاق حاصل ہوں جن سے قرآن کریم کے مقاصد کی تحدید ہوسکے، یا یہ بتاسکیں کہ اس سے قرآن کی غرض یہ ہے، یا یہ کہ قرآن کریم فلاں موضوع پر اپنے نظریہ سے یہ اور یہ غایات ومقاصد رکھتا ہے۔

یہ ملکہ انسان میں قرآن کے ساتھ رہنے، اس کو برتنے اور اس پر تدبر کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ فقیہ ومجتہد جتنا زیادہ فقہ کے اصولوں، مصادر ومراجع، فقہاء کے اختلافات، سبب اختلاف اور شرعی اصولوں سے جتنا زیادہ تعامل رکھتا ہے اتنا ہی اسے استنباط مسائل کا ملکہ حاصل ہوجاتا ہے۔

۱-(قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۲/۱۶۰، تحقیق: محمود بن التلامیذ الشنقیطی، دار المعارف بیروت، لبنان تاریخ ندارد یا ۲/۳۲۷ طبقہ مؤسسۃ الریان)۔

قرآن کریم کے مقاصد عامہ سے گفتگو کرتے ہوئے ہم نے کئی لوگوں کی طرف اشارہ کیا تھا، جنہوں نے قرآن سے شغف رکھا، اس میں اپنی عمر کھپادی، اس کی خدمت کی، اس کے سایہ میں رہے، استاد احمد ریسیونی نے اپنی کتاب ''مقاصد المقاصد'' میں ان میں سے بہت سوں کا تذکرہ کیا ہے؛ جبکہ ڈاکٹر مسعود بودوخہ نے بھی اپنے مقالہ ''جہود العلماء فی استنباط مقاصد القرآن الکریم'' میں ان میں سے متعدد لوگوں کا تذکرہ کیا ہے۔

چوتھا مبحث

مقاصدی مفسر کے تکوینی عناصر

علماء تفسیر نے علوم القرآن سے متعلق کتابوں میں مفسر کے لئے کچھ آداب وشروط بیان کئے ہیں، اور کسی مفسر میں جب تک آداب وشروط پورے نہ ہوجائیں اس کے لئے تفسیر قرآن کرنا جائز نہ ہوگا، مقاصد پر مبنی تفسر کرنے والے کو اس کی تمام قسموں میں تفسیر بیان کرنے کے لئے دوسری شروط اور آداب کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے ضروری عناصر سے لیس ہونا ضروری ہے جو اسے اس قسم کی تفسیر کے لائق بنادیں، ان میں بنیادی اور ناگزیر چیزوں میں بعض درج ذیل ہیں:

اول: سب سے پہلے عربی زبان وادب پر عبور اور اسکے استعمال کے طریقوں سے واقفیت۔

قرآن کریم عربی زبان میں اترا ہے، اسی طرح سنت نبویہ بھی عربی میں ہے جو قرآن پاک کی تفصیل وتبیین کرتی ہے، اب جس کو عربی نہ آتی ہو، وہ اس کے الفاظ وآداب اور دلالتوں سے واقف نہ ہو، اسے الفاظ کے مقاصد اور معنوں کا ہی علم نہ ہوگا، حالانکہ یہ تو پہلا قدم اور ناگزیر وبنیاد ہے، اس کے بغیر نہ قرآن سے تعامل صحیح ہوگا، نہ سنت نبویہ سے، نہ فقہ واجتہاد سے، مقاصدی تعامل کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

عربی زبان اور اسکی افضلیت و اہمیت پر کلام کرتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''میں نے بات یہاں سے اس لئے شروع کی کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا، کسی

اور زبان میں نہیں، اب جسے عربی زبان ہی نہ آتی ہو وہ کیسے تمیز کر سکے گا کہ عربی زبان کتنی وسیع ہے، الفاظ کے کتنے زیادہ وجوہ ہوتے ہیں، اس میں کہاں اتفاق اور کہاں اختلاف ہوتا ہے، ہاں جس کو عربی آتی ہوگی اس سے یہ شبہ دور ہو جائے گا''(۱)۔

شریعت کو سمجھنے کے لئے عربی زبان جاننا کتنا ضروری ہے، امام شاطبی شریعت کے عربی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں: ''یاد رہے عربی زبان ہی پر شریعت کا بھی دارومدار ہے، وہ اس کے سرچشموں میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ فرمایا: اور جب شریعت عربی میں ہے تو اس کو سمجھنے کا صحیح حق وہی ادا کر سکے گا جو صحیح طور پر عربی جانتا ہوگا، کیونکہ عربی اور شریعت دونوں برابر ہیں، اگر وجوہ اعجاز کو چھوڑ دیا جائے، لہذا جس کو عربیت کے فہم میں ابتدائی درجہ حاصل ہوگا وہ شریعت کے فہم میں بھی ایسا ہی ہوگا، جسکا فہم عربیت اوسط درجہ کا ہوگا وہ شریعت کے فہم میں بھی اوسط درجہ کا ہوگا، متوسط کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، اور جو عربیت کے فہم میں انتہائی درجہ کو پہنچ جائے گا اسے شریعت کے فہم میں انتہائی درجہ حاصل ہو جائے گا، اس کا فہم حجت ہوگا، جیسا کہ صحابہ کا فہم حجت تھا، اور دوسرے فصحاء کا بھی، اور جو ان کے مرتبہ کو نہ پہنچا تو اتنا ہی اس کے فہم شریعت میں نقص آ جائے گا، اور جس کا فہم ناقص ہوگا، وہ حجت نہ ہوگا، نہ اس کا قول قابل قبول ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ عربیت کے فہم میں وہ ائمہ عربیت کے درجہ کو پہنچے، جیسے الخلیل، سیبویہ، اخفش، جرمی اور مازنی وغیرہم''(۲)۔

عربی زبان کی سمجھ سے مطلوب عربی کا اجمالی علم ہے، شاطبی کہتے ہیں:

''عربی کی معرفت سے ہماری مراد صرف نحو کا جاننا یا صرف کا جاننا یا لغت یا علم معانی وغیرہ کا جاننا نہیں، بلکہ مراد زبان سے متعلقہ جملہ علوم وفنون ہیں، آپ اس کو الفاظ یا معانی کا جو

۱-(ملاحظہ ہو: الرسالۃ: فقرہ نمبر ۱۶۹، اور فقرات نمبر ۱۷۳-۱۷۶، نیز دیکھیں: الموافقات للشاطبی ۴/ ۱۹-۲۰، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، دار ابن عفان الطبعۃ: الطبعۃ الاولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)۔

۲-(الموافقات ۵/ ۵۳)۔

چاہیں تصور کرلیں''(۱)۔

یہ اور اس طرح کے اور اقوال واضح طور پر یہ بتاتے ہیں کہ عربی زبان، لسان عرب، عربوں کے اسالیب اور الفاظ ومعانی میں ان کے استعمالات اور ان کی دلالتیں قرآن پاک کے فہم، اس کے اسرار ودقائق، اقدار ومبادی، اس کے معانی اور اس کے مقاصد کی معرفت کے لئے بے حد ضروری ہیں۔

ہماری تفسیری، فقہی اور اصولی تاریخ، بلکہ اسلام کی تاریخ کو پڑھنے والا اچھی طرح جانتا ہے کہ جو شخص عربی زبان وادب کو اچھی طرح سے جانتا ہے وہی امت کے خادموں، علوم کے مجددین اور دین کے مصلحین کی بہتر معرفت حاصل کرسکتا ہے، کہ جن کے علم سے امت کو فائدہ پہنچا ہے، جو اسلام کے مفاہیم وتصورات، مبادی ومقاصد اور تصورات کے استیعاب پر قادر ہیں، اور جو ان تمام چیزوں کی اچھی طرح سے تعبیر کرسکتے ہیں، حقیقت واقعہ، نئے نئے حالات اور نئی مشکلات ومسائل کا گہرا اور بہتر جواب دے سکتے ہیں، کسی بھی عالم پر یہ وصف اچھی طرح صادق نہیں آسکتا مگر وہ وہی ہوگا جس کو عربی زبان وادب سے اچھا اور بہتر حصہ ہوگا، تو آپ دیکھئے کہ ماضی میں مجددین اسلام میں امام شافعی، امام ابن حزم، امام عزالدین عبدالسلام، امام قرافی، امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، امام الشاطبی، امام المقری، امام ابن دقیق العید، شیخ ولی اللہ الدہلوی اور مولانا عبدالحمید الفراہی وغیرہم سب عربی زبان کے شناور تھے۔

معاصرین میں محمد عبدہ، رشید رضا، ابوالحسن علی الندوی، سید قطب، عبدالرحمٰن اسعدی، عبدالحمید بن بادیس، البشیر الابراہیمی، سعید النورسی، محمد الطاہر بن عاشور، علی الطنطاوی، محمد صالح بن العثیمین، مصطفیٰ الزرقاء، محمد عبداللہ دراز عبدالستار فتح اللہ سعید، یوسف القرضاوی، محمد الغزالی، محمد متولی الشعراوی وغیرہم سب عربی زبان وادب کے ماہرین میں سے تھے۔

یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے عربی زبان اور اس کے فروع وآداب میں کارہائے

۱-(الموافقات ۵/ ۵۲)۔

نمایاں ہیں، انہوں نے نثر وشعر پر بھرپور توجہ دی، بلکہ بعض کے تو پورے شعری دیوان ہیں، عربی زبان کے یہ ماہر علماء ہی نص شرعی کے ساتھ بہتر تعامل کر سکے، ان کو ہی اسلام کی بہتر سمجھ حاصل ہوئی، اسلام کے حقائق و مقاصد کو ادا کرنے پر یہی سب سے زیادہ قادر ہو سکے، اور اس کے دشمنوں کے ہفوات و پروپگنڈوں کا انہوں نے ہی صحیح طور پر جواب دیا۔

دوم: قرآن پاک پر تدبر اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا ارادہ:

قرآن کریم کے متعلق مقاصدی نقطہ نظر سے بنیادی صلاحیت اور اہلیت حاصل کرنے کی اہم ترین بنیاد یہ ہے کہ انسان قرآن پر غور وفکر کرے اس کے ساتھ ساتھ جئے بغیر تدبر کے فہم کا راستہ کیسے کھلے گا؟ قرآن کی ہدایات وآیات کے شعور اور صورت موجودہ کے مطابق تفسیر کئے بغیر اور ڈھالے بغیر ہم قرآن پاک کا فہم کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اس لئے قرآن کے نزول کا مقصد اللہ تعالی نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ لوگ اس کو پڑھیں اور اس پر تدبر کریں، چنانچہ فرمایا: ''**كتاب أنزلناه إليك مبارك ليدبروا آياته وليتذكر أولوالألباب**'' (سورۂ ص:۲۹) (ہم نے اس مبارک کتاب کو اس لئے اتارا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں)۔

امام شاطبی کہتے ہیں: تدبر اسی کے لئے ہوتا ہے جو مقاصد کی طرف توجہ کرتا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب لوگوں نے قرآن کے مقاصد سے اعراض کیا تو ان کی طرف سے تدبر بھی ظاہر نہیں ہوا(۱)۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ''**أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوبهم أقفالها**'' (سورۂ محمد:۲۴) (لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟)، اللہ جل وشانہ نے مزید فرمایا: ''**أفلا يتدبرون القرآن، ولو كان من عند غير الله لوجدوافيه**

۱-(الموافقات ۴/۲۰۹)۔

اختلافا کبیرا‘‘(سورۂ نساء:۸۲)(یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، اگر وہ اللہ کے پاس سے نہ ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے)۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: جو لوگ حفظ قرآن کی دولت سے نوازے گئے واجب ہے کہ وہ اس کی خوب تلاوت کریں، اس کی عبارتوں کے حقائق پر غور کریں، اس کے عجائب وغرائب کو سمجھیں، اللہ نے فرمایا: ہم نے ایک مبارک کتاب تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور فرمایا: لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟ اللہ ہمیں ان لوگوں میں کردے جو اس کا پورا حق ادا کرتے ہیں جتنا غور کرنے کا حق ہے وہ اس پر غور کرتے ہیں، اسکی شرائط پوری کرتے ہیں اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت نہیں ڈھونڈتے، اللہ ہمیں اس کے ظاہری بلندیوں تک پہنچائے، اس کے ظاہر وقاطع احکام پر عمل کی توفیق دے، اس کے ذریعہ دنیا وآخرت کی خیر ہمارے لئے جمع کردے کہ اللہ تعالی ہی تقوی دینے کا مالک اور مغفرت فرمانے کا اہل ہے(۱)۔

دعوتی وتربیتی سیاق میں قران پر تدبر سے یہ چیز بھی تعلق رکھتی ہے کہ مسلمان اللہ کی کتاب کو یوں پڑھے کہ گویا وہ دور نبوت میں ہے اور اس زمانہ میں پہنچ گیا ہے جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس سے اس کے خشوع وتدبر میں اضافہ ہوگا، نئے معانی واسرار کھلیں گے، جن حالات وظروف میں آیات قرآنی نازل ہوئیں ان حالات میں ہونے کا شعور ملے گا اور ان چیزوں کو وہ اپنی عقل وقلب پر پیش کرے گا۔

امام حسن البنا سے پوچھا گیا کہ تفسیر کا افضل طریقہ اور کتاب اللہ کے فہم کا آسان راستہ کیا ہے؟ تو فرمایا:

تمہارا دل ہے تو بلاشبہ مومن کا دل کتاب اللہ کی سب سے افضل تفسیر ہے، قرآن کے

۱-(ملاحظہ ہو: الجامع لاحکام القرآن ۱/ ۲، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی تحقیق: ہشام سمیر البخاری دار عالم الکتب الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ طبع ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء)۔

فہم کا سب سے قریبی راستہ یہی ہے کہ پڑھنے والا قرآن کو تدبر وخشوع کے ساتھ پڑھے، اللہ سے بھلائی اور نیکی کا سوال کرے، قرآن کی تلاوت میں مختلف فکروں کو جھٹک دے، ساتھ ہی نبی ﷺ کی سیرت پاک کو پڑھے، اسباب نزول پر بھرپور توجہ دے اور سیرت نبوی کے واقعات سے ان کو جوڑے، اس سے اس کو قرآن سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی، اس کے بعد اگر وہ کتب تفسیر کو دیکھے تو بس اس غرض سے کہ کسی دقیق معنی تک اس کی رسائی نہیں ہوئی، یا کوئی ترکیب مخفی رہ گئی یا کوئی ایسی معلومات رہ گئی جس سے کتاب اللہ کے صحیح فہم میں مدد ملتی، تو یہ چیزیں محض فہم میں مدد دیتی ہیں، اس کے بعد فہم قرآن کی حقیقت وہی روشنی ہے جو قرآن پڑھنے والے کے دل کے اندر جل اٹھے(۱)۔

استاذ امام الشیخ محمد عبدہ نے اپنے کسی شاگرد کو وصیت کی:

''قرآن کی تلاوت ہمیشہ کرو، اس کے اوامر ونواہی کو سمجھو، اس کے مواعظ وعبرتوں کو اخذ کرو ویسے ہی جیسے وہ نزول وحی کے زمانہ میں مومنین پر پڑھی جارہی تھیں، بڑی تفاسیر کو مت دیکھو، ان سے رجوع اس وقت کرو جب تم پر یہ نہ کھل سکے کہ کسی لفظ سے عرب کیا مراد لیتے تھے، یا قران کا ایک کلمۃ دوسرے متصل کلمہ سے کس طرح مربوط ہے، پھر قرآن تمہیں جس راہ کی طرف لے جانا چاہ رہا ہے اس کی طرف بڑھو اور جو ذمہ داری تمہارے اوپر وہ ڈالتا ہے اس کو اٹھاؤ''۔

اور بلا شبہ جو شخص یہ کرلے تو کچھ عرصہ بعد اسے وہ ملکہ حاصل ہوجائے گا کہ فہم قرآن اس کی سرشت بن جائے گا اور اسے وہ نور ملے گا کہ جس سے اس کی دنیا وآخرت روشن ہوجائے گی(۲)۔

۱-(نظرات فی التربیۃ والسلوک:۱۱۹-۱۲۰، مجموعہ مقالات حسن البنا مرتبہ عصام تلمیہ، یہ جملہ اس مقالہ میں آیا ہے جو ماہنامہ الشباب میں شائع ہوا تھا، شمارہ نمبر ا نومبر ۱۹۴۷ء)۔

۲-(من تراث الامام البنا، الکتاب الثانی: التفسیر ۴۷-۴۸، مرتبہ جمعۃ امین عبدالعزیز دار الدعوۃ الاسکندریۃ الطبعۃ الاولی ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء)۔

مخلوق میں اللہ کی مراد کیا ہے اور کتاب کے ذریعہ سے اس کے کیا مقاصد ہیں یہ جاننے کا سب سے اہم طریقہ قرآن پاک میں غور وفکر کرنا اور اس کے فہم میں گہرائی پیدا کرنا ہے، سورت کے جملوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے، شیخ محمد الغزالی کے لفظوں میں سورۃ کی ایسی تصویر کھینچنا ہے جس میں اول وآخر سب آ جائیں، وہ باریک رشتے جو سورت کو مربوط بنائے ہوئے ہیں اور اول کو آخر کی تمہید اور آخر کو اول کی تصدیق بناتے ہیں۔

سوم: قرآن پاک پر عمل اور اس کو لے کر جد وجہد:

قرآن پاک میں عمل ہمیشہ ایمان سے جڑا ہوا آیا ہے، آیت کریمہ: ''**الذین آمنوا وعملوا الصالحات**''۔ قرآن میں دسیوں جگہ آئی ہے، بغیر عمل والے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ایسے عمل کا کوئی نشان رہتا ہے جو ایمان سے نہ نکلا ہو، جو مومن باعمل اور مجاہد ہے اسکے سامنے وہ وسعت وہ خیالات وافکار آ جاتے ہیں جو کتابی کیڑوں اور مزین ومنقش برجوں میں بیٹھنے والوں کے ہاتھ نہیں آتے۔ یہیں سے استاد سید قطب فرماتے ہیں:

ایمان کی حقیقت کسی دل میں پوری پوری اسی وقت بیٹھتی ہے جب وہ اس ایمان کو لے کر لوگوں سے جہاد کرے، لوگوں سے جہاد کرتے وقت وہ اپنے آپ سے بھی جہاد کر رہا ہوتا ہے، اس میں اس کے سامنے ایمان کے وہ آفاق روشن ہوتے ہیں جو کبھی نہ ہو سکتے تھے، اگر وہ چپ چاپ اور اطمینان سے بیٹھا ہوتا، اس کے سامنے زندگی اور انسانوں کے وہ حقائق کھل جاتے ہیں جو بغیر جہاد کے کبھی نہ کھل سکتے تھے، وہ اپنے آپ کو اپنے جذبات وتصورات کو اور اپنی عادت، مزاج، تاثرات اور تسلیم ورضا کو اس درجہ پر لے جاتا ہے جو اس شاق اور مشکل تجربہ کے بغیر کبھی نہ لے جا سکتا تھا(۱)۔

جندب بن عبد اللہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے، بحالیکہ ہم مضبوط نوجوان

۱-(ہذا الدین: ۱۲ سید قطب، دار الشروق القاہرۃ، الطبعۃ السابعۃ عشر ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)۔

تھےتوایمان ہم نے قرآن سے پہلے سیکھا، پھر قرآن سیکھاتواس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہی ہوا(۱)، ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: ہم نے ایک وقت ایسا گزارا جو ہم میں سب سے چھوٹا ہوتا پہلے اس کوایمان کی باتیں بتائی جاتیں، قرآن بعد میں سکھایا جاتا، محمد ﷺ پر سورت نازل ہوتی تو وہ اس کے حلال وحرام کوسیکھتا اور وہ چیزیں جن کوسیکھنا ضروری ہوتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے تم قرآن پاک سیکھتے ہو، پھر فرمایا: میں آج دیکھتا ہوں کہ تم میں سے بہت سے لوگوں کو قرآن پڑھایا جاتا ہے وہ فاتحہ سے لے کر خاتمہ (ناس) تک پڑھ لیتا ہے، مگر اسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں کیا امر ہے، کیا نہی ہے، اور کہاں اس کو رکھنا چاہئے، بس گھٹیا کھجور کی طرح قرآن کے الفاظ کو بکھیرتا جاتا ہے(۲)۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے قرآن اور سنت کو ساتھ ساتھ لیا ہے، وہ ان سے علم وعمل دونوں چیزیں سیکھتے ہیں جیسا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ جو لوگ ہمیں قرآن پڑھاتے تھے جیسے عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ وہ ہمیں بتاتے تھے کہ جب وہ نبی ﷺ سے دس آیات سیکھ لیتے تو ان سے آگے نہ بڑھتے، بلکہ علم کے ساتھ ان پر عمل کرنا بھی سیکھتے، اس کے بعد آگے بڑھتے، کہتے تھے کہ اس طرح ہم نے قرآن پڑھا اور اس کا علم اور اس پر عمل دونوں کو ساتھ ساتھ سیکھا، عبداللہ بن عمر صغار صحابہ میں سے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ''سورہ بقرہ'' کو سیکھنے میں آٹھ سال لگائے، اتنی مدت کیوں لگی؟ فہم ومعرفت کے

۱-(ابن ماجہ ۱/ ۲۴ حدیث نمبر:۶۱، لسان العرب میں ہے کہ ''حزورۃ'' کی جمع حزاور ہے، چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کو کہا جاتا ہے؛ ۱۴/ ۱۷۴، دارصادر بیروت تاریخ ندارد)۔

۲-(حاکم نے مستدرک میں روایت کی ۱/ ۹۱ حدیث نمبر ۱۰۱، وہ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر ہے، مجھے اس میں کوئی علت نظر نہیں آتی، اور شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے، ذہبی نے ان سے اتفاق کیا، نیز اس کی روایت بیہقی نے ''السنن الکبریٰ'' میں کی ہے، ۳/ ۱۲۰، حدیث نمبر: ۵۰۷۳، لسان العرب کے مطابق دقل کھجور کی سب سے خراب قسم کو کہتے ہیں، لسان العرب ۱۱/ ۲۴۶)۔

لئے(۱)(فہم ومعرفت حاصل کرنے کی وجہ سے)۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو جہاد بالقرآن کی طرف متوجہ کیا اور کہا: "**فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا**" (سورۂ فرقان:۵۲) (آپ کافروں کا کہا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کریں) انسان ربانی اور قرآنی تبھی ہوسکتا ہے جب وہ علم وعمل اور جہاد تینوں سے کام لے۔

ابن قیمؒ نے جہادِ نفس کے چاروں مراتب پر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا: سلف کا اس پر اجماع ہے کہ عالم ربانی تبھی ہوسکتا ہے جب وہ حق کو جانے اور اس پر عمل کرے اور عمل کرائے، لہذا جس کی ذات میں عالم، عامل اور معلم تینوں جمع ہوں وہی آسمانوں کی ملکوت میں عظیم کہلاسکتا ہے(۲)۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے اسرار، معانی، آفاق، مقاصد اور غایتیں صرف اسی پر کھلتے ہیں جو قرآن پاک کو سنجیدگی سے لیتا ہے، اس کی صحیح نمائندگی کرتا ہے، ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہے، اپنی عملی زندگی میں اس کی ہدایات وتعلیمات کو اتارتا ہے جس کے دل میں نور، سینہ میں انشراح اور دل ونگاہ میں روشنی ہو، اور جو عمل خیر کرنے دوسروں کو نفع پہنچانے اور عمل صالح کرنے کی سعی کرتا ہے۔

چہارم: قرآن کے مقاصد عامہ کی روشنی میں امت کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے کام کا آغاز:

زندہ عمل، زندہ فکر اور زندہ اجتہاد ہمیشہ امت کی ضروریات وحاجات کے مدنظر کیا جاتا

۱-(مجموع الفتاوی ۵/۱۵۶، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی تحقیق انور الباز-عامر الجزار دار الوفاء المنصورۃ الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)۔

۲-(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ۳/۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مکتبہ المنار الاسلامیۃ، الکویت الطبعۃ السابعۃ والعشرون ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۶ء)۔

ہے، یہ چیزیں امت سے دور رہ کر ہو بھی نہیں سکتیں، پوری تاریخ میں ہمارے ائمہ کی آراء، فتاوے اور اجتہادات ایسے ہی رہے ہیں، ہمارے علماء وائمہ کی تاریخ نے ائمہ کبار کے اجتہادات وفتاوی محفوظ رکھے ہیں، جن میں امام العز ابن عبدالسلام، امام ابن تیمیہ ان کے شاگرد علامہ ابن قیم، امام الطاہر بن عاشور، الشیخ الدردیر، الشیخ الخراشی، الشیخ الخضر حسین، اور اس قبیل کے دوسرے بڑے لوگ ہیں۔

فقہ اسلامی، اجتہاد اسلامی اور قرآن کے ساتھ تعامل زندہ اور مؤثر نہیں ہوسکتا، جب تک امت کے غموں اور فکروں کا ترجمان نہ ہو، امت کی جو صورت حال ہے اس کو سامنے رکھ کر نہ کیا جائے، اس کے عقیدہ، شریعت اور اس کی تہذیب کی حفاظت نہ کرتا ہو اور اس کے لئے روشن مستقبل کی امید افزا نوید نہ دیتا ہو۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ مقاصدی مفسر، مقاصدی فقیہ اور مقاصدی مجتہد کی اساسیات میں سے امت کی حالت اور امت کے مسائل سے اعتناء ہو، نیز امت کے مطالبات پر اسمرحلہ میں توجہ ہو جس میں وہ زندگی گزار رہی ہے، کیونکہ جس میدان کا بھی عالم ہوگا اگر وہ لوگوں کی زندگیوں سے دور امت کے قضایا ومسائل سے بے پروا ہوگا اور کتابوں کے مابین اس کی زندگی گزرتی ہو تو نہ تو اس کے کلام میں روشنی آئے گی اور نہ اس کی تحریر روشن ہوگی۔

ماضی کے علماء کی تاریخ دیکھئے، تاریخ نے صرف انہیں کو یاد رکھا جو امت کے فکروں اور غموں کے ساتھ جیئے اور جنہوں نے اسے تنزلی سے نکالنے کی کوشش کی، اور قرآن کے پانی سے ان کو دوبارہ زندہ کردیا، جیسا کہ فرمایا: ''**وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ماكنت تدرى ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورا نهدى به من نشاء من عبادنا، وإنك لتهدى إلى صراط مستقيم**'' (سورۂ شوری:۵۲) (اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے وحی بھیجی اس سے پہلے نہ یہ جانتے تھے کہ آسمانی کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ ایمان کو، لیکن اس قرآن کو ہم نے ایک نور بنایا ہے جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے

جس کو چاہتے ہیں ہدایت دے دیتے ہیں اور آپ (اے نبی) صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں)۔

مقاصدی مفسر پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کی روح کو جذب کرے، امت کے مسائل کے حل کے لئے قرآن کی غایتوں کو سامنے رکھے، تمام امور ومسائل میں قرآن کے نقطہ نظر کو آگے کرے، امت کی کجی کو قرآن کے بتاتے ہوئے طریقہ سے دور کرے۔ کیونکہ مقاصد قرآن، قرآن کے پیغام کا خلاصہ ہیں جو کسی مصلح اور داعی سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہئے جو اس دین کو اس کی روح اور اس امت کو زندگی لوٹانا چاہتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ امت کی حقیقی صورت حال کو قرآن کے مقاصد اور غایات سے منضبط کیا جائے، جن میں انفرادی، اجتماعی، دینی، دنیوی، سیاسی، معاشی اور اجتماعی ونفسیاتی، نیز عام وخاص سبھی مقاصد وغایات شامل ہیں، کوئی چیز بھی مقاصد کی روشنی سے دور نہ ہو، کیونکہ یہ بھی قرآن کے مقاصد اور شریعت کے مقاصد میں سے ہے کہ ہر آنے والی مشکل اور ہر نئے مسئلہ کو قرآن کے مقاصد کے تحت ہی دیکھا جائے۔

اور جس عالم کو امت کے قضایا ومشکلات سے کوئی دلچسپی نہ ہو نہ اس کے حال سے وہ واقف ہو تو وہ نہ مقاصدی نظر سے دیکھ سکتا ہے، نہ مقاصد پر مبنی اجتہاد ہی کرسکتا ہے وہ تو اس بے روح جسم کی طرح پڑا ہوا ہے جس میں زندگی نہ ہو، کیونکہ اس نے زندگی کے معنی اور زندگی کی روح کھودی ہے۔

پانچواں مبحث
قرآن کریم کی مقاصدی تفسیر کے قواعد وضوابط

کسی بھی فن یا مسئلہ کی بنیاد ڈالنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس کے اصول وضوابط واضح کر دیئے جائیں، تاکہ آدمی دائیں بائیں نہ بھاگے اور افراط وتفریط میں مبتلا نہ ہو کہ دونوں چیزیں غلط ہیں، اور افراط وتفریط سے بچا کر اعتدال کے راستہ پر قائم رہنا اصول وضوابط پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہو سکے گا، اور یہاں ہم اصول وضوابط سے وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں لے رہے ہیں جس کے درمیان اور قاعدہ کے درمیان اصولیوں نے اس طور پر فرق کیا ہے کہ قاعدہ مختلف ابواب کی فروع کو جمع کرنے کا نام ہے اور ضابطہ ایک ہی باب کے فروع کو جمع کرنے کا نام ہے(۱)۔

یہاں ہماری اس سے مراد وہ عمومی اصول وضوابط ہیں جن کا تفسیر مقاصدی میں لحاظ ضروری ہے، ان کے لحاظ رکھنے سے ہی اس کو جائز ومشروع مانا جائے گا اور انہیں کے ذریعہ مفسر مقاصد پر مبنی تفسیر کر سکے گا، ان کے بغیر ہی کوئی تفسیر کا عمل کرے تو یہ قرآن پر افترا اندازی اور علوم القران پر بھی ظلم ہوگا، تو اس طرح مقاصد تفسیر کے اصول وضوابط پر گفتگو کسی طرح بھی تفسیر مقاصدی پر گفتگو سے کم اہمیت کی حامل نہیں۔ پھر یہ کہ ضوابط کے پورا ہونے کا مطلب مقاصد کی ہی تکمیل ہے، علماء جو اعمال وتصرفات کی شروط وضوابط متعین کرتے ہیں وہ اسی لئے کرتے ہیں کہ

۱- (ملاحظہ ہو: الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان لزین الدین ابراہیم ابن نجیم ۲/ ۵ دار الکتب العلمیۃ الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء وقواعد الفقہ لمحمد عمیم الاحسان البرکتی ۳۵۷، دار الصدف پبلشرز کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۷ھ، مطابق ۱۹۸۶ء)۔

تصرف مطلوب حاصل ہواور گوہر مراد ملے۔

اس معاملہ میں تفسیر مقاصدی کوئی انوکھی چیز نہیں، بلکہ ایسے فن کی حیثیت سے جس پر ابھی توجہ اور مزید کوششیں صرف کرنے کی ضرورت ہے، اسے ضوابط کی ضرورت ہے جن سے وہ منضبط ہوجائے اور جن کی بنیاد پر وہ کھڑا ہوجائے اور اس ذریعہ سے اپنا مقصود حاصل کرے، اور اپنے کام کو انجام دے، ہماری نظر میں مقاصدی تفسیر کے اہم ضوابط درج ذیل ہیں:

اول: مقصد اس کے طرق ومسالک سے خود بخود واضح ہورہا ہو:

مقاصدی تفسیر کے ضوابط میں سے یہ ہے کہ قرآنی مقصد ان ذریعوں سے خود مترشح ہورہا ہو جن کا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں، جیسے کہ نص قرآنی، استقراء استنباط اور مختلف زمانوں میں علماء قرآن کے تجربے وغیرہ۔

مقاصد قرآن میں سے ہر مقصد کے خاص طرق ووسائل ہیں وہ کبھی دوسری قسموں کے ساتھ مل بھی جاتے ہیں اور کبھی نہیں بھی ملتے، لیکن عام مقاصد قرآنیہ کے اپنے وسائل وطریقے ہیں اور مجالات وموضوعات کے اپنے راستے اور وسیلے ہیں، آیات قرآنیہ کے اپنے طریقے ہیں قرآن کی سورتوں کے اپنے طریقے ہیں، بعض طریقوں میں تفسیر مقاصدی کی قسمیں یا دو یا دو سے زائد انواع مل بھی جاتی ہیں، کیونکہ نص قرآنی کا راستہ عام اور خاص مقاصد میں مشترک ہے، اسی طرح استقراء بھی عام اور خاص مقاصد میں مشترک ہے، ایسے ہی سمجھئے کہ استنباط کا طریقہ بھی مقاصد کی ان سبھی انواع میں مشترک ہے، وغیرہ۔ اس چیز کی وضاحت ہم مقاصد قرآن کو دریافت کرنے کے طریقوں کی بحث میں بھی کر چکے ہیں۔

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ مقاصد حاصل کرنے کے جتنے بھی ذرائع ووسائل ہیں، جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں مقصد قرآنی انہیں سے نکلنا چاہئے، ورنہ اس کا تعلق قرآن کے مقاصد سے نہ ہوگا، یعنی مقاصد قرآنیہ کا اس کے طریقوں سے حاصل ہونا تفسیر مقاصدی کا اہم

ترین ضابطہ ہے، اگر اس ضابطہ کی رعایت نہ کی گئی تو اس عمل میں بہت کچھ گڑبڑی ہوسکتی ہے، پہلی گڑبڑی تو یہی ہوگی کہ خود تفسیر اختلال کا شکار ہوجائے گی، بعض مفسرین اس آفت میں پڑے ہیں جب انہوں نے اپنی زیر تفسیر سورۃ کے مقاصد سے ذہول کرلیا، چنانچہ وہ ان بحثوں میں پڑ گئے جن کا سورت سے کوئی لینا دینا ہی نہ تھا، جیسے کہ اس کا ذکر آگے تفسیر مقاصدی کے فائدوں کی بحث میں آئے گا، پھر تفسیر میں پڑنے والا خلل اور انتشار کا برا اثر قرآن کے علوم پر بھی پڑے گا، یہ قرآن کریم پر اور اس کے علوم پر بھی خطرناک عواقب کا پیش خیمہ ہوگا، اتنا ہی نہیں اس کے اثرات بد سے فقہی عمل بھی محفوظ نہ رہے گا کہ بہت سی آیات ایسی ہیں جو احکام پر مشتمل ہیں، اسی لئے ضروری ہے کہ مقاصدی تفسیر اس ضابطہ کی پابند ہو اور انہیں مقاصد قرآنیہ کا اعتبار کیا جائے جو ان طریقوں سے حاصل ہوں اور ان کا ثمرہ ہوں۔

دوم: مقاصدی مفسر ان بنیادی عناصر سے لیس ہو:

تفسیر مقاصدی کے اہم قواعد وضوابط میں سے یہ بھی ہے کہ مقاصدی مفسر میں جن ناگزیر اور اساسی عناصر ہونے چاہئیں وہ اس میں موجود ہوں ان کی بحث میں ہم بتا چکے ہیں کہ یہ ہیں: عربی زبان وادب کی، نیز اس کے آداب اور استعمال کی سمجھ، قرآن پاک پر تدبر، زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کی خواہش، قرآن پاک پر عمل اس کی تعلیم کی اشاعت کا جذبہ اور اس کے ذریعہ دینی جدوجہد اور اس پورے عمل کو امت کی ضرورتوں اور حاجتوں کو سامنے رکھ کر قرآن کے عام مقاصد کے سائے میں انجام دینا۔

ہم یہاں ان بنیادی عناصر کی تفصیل میں نہیں جائیں گے کہ مقاصدی تفسیر اور مقاصدی مفسر اور قرآن کریم میں مقاصدی نقطہ نظر سے غور وخوض کے ضمن میں ہم گزشتہ بحثوں میں اس پر بات کر چکے ہیں، یہاں تو ہم بس اس پر زور دینا چاہتے تھے کہ مقاصدی تفسیر صرف اسی وقت مفید ومؤثر اور منضبط ہوسکے گی جب یہ عناصر متحقق ہوجائیں۔

یہاں رک کر ہم کسی ایسی تفسیر کا تخیل کرلیں جس کا مفسر عربی زبان سے اچھی طرح واقف نہ ہو، نہ ہی وہ عربی الفاظ ومحاورات کے استعمال کو وسیع پیمانہ پر جانتا ہو کہ عرب کیسے ان کو مختلف وجوہ اور مختلف مواقع پر استعمال کرتے تھے، جب وہ عربوں کے طریقہ استعمال سے ہی واقف نہیں تو قرآن کے ساتھ اس کا تعامل کیسا ہوگا؟ جب وہ یہ نہیں جانتا کہ عصر اول میں الفاظ واسالیب کے معانی کیا تھے، عصر رسالت یا عصر نزول میں کیا تھے؟ تو بلاشبہ ایسا شخص گمراہ ہوگا اور دوسروں کو گمراہ کردے گا، وہ ہرگز بھی قرآن کریم کو صحیح اور بہتر طور پر نہ برت سکے گا۔

یہی بات دوسری اساسات کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے، یہ چیزیں عمارت کے اینٹ گارے، انسان کی بنیادوں یا اداروں اور انجمنوں کی بنیادوں کی طرح ہیں، اور ایسے لوازم ہیں جن کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں ہوسکتی، غالبا کلمۃ مقوم (بنیاد) اس کی بہتر وضاحت کرسکے گا، مقوم وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کا وجود ہو جو اس کا قوام ہو جس کے بغیر وہ قائم نہ رہ سکے، مرد بیوی کا قوام ہے، یعنی اس کی کفالت کرتا ہے، اس کے معاملات کو دیکھتا ہے، اسی سے اللہ کا نام قیوم ہے، یعنی وہ ذات جو اپنی مخلوقات کو وجود بخشتی ہے ان کو روزی دیتی ہے اور ان کے ٹھکانے اور انجام کو جانتی ہے، فرمایا: ''وذلک الدین القیم: أی المستقیم'' یعنی جن میں کوئی کجی اور حق سے انحراف نہ ہو- اسی طرح فرمایا: ''فیھا کتب قیمۃ'' (یعنی بقول زجاج کتب مستقیمہ، یعنی حق کو باطل سے دلیل وبرہان کے ذریعہ جدا کرتی ہیں، اور فرمایا: ''وذلک دین القیمۃ'' (اس امت کا دین جو حق پر قائم ہے، اسے '' دین الملۃ المستقیمۃ '' بھی مانا جاسکتا ہے، یعنی سیدھی راہ پر قائم ملت کا دین) جوہری نے اس بارے میں کہا ہے کہ مونث کا صیغہ اس لئے استعمال کیا کہ مراد یہ بتانا تھا کہ وہ ملت حنیفیہ کا دین ہے۔

القیم: سردار اور معاملات چلانے والے کو کہتے ہیں۔

اور قیم القوم: وہ ہے جو لوگوں کو صحیح رکھے اور ان کے معاملات کو چلائے (۱)۔

مناوی نے منطقیوں کے نزدیک ''الفصل المقوم'' کیا ہے، اس پر بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ: یہ ان کے نزدیک وہ جزء ہے جو شئ کی ماہیت میں داخل ہے، جیسے ناطق کہ نطق انسان کی ماہیت میں داخل اور اس کو درست رکھتا ہے، اس کے بغیر انسان کا وجود نہ خارج میں پایا جاتا ہے نہ ذہن میں (۲)۔

تو کلمۃ (المقوم) کسی چیز کی درستگی کو اور اس چیز کو بتاتا ہے جس سے اس کی مصلحت ہو، اس کا قیام اور قوام اور ماہیت ہو۔ بلکہ اس کی بقا اور وجود ہو، اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں مقاصدی نقطہ نظر سے دیکھنے اور مقاصدی مفسر کے لئے تشکیلی عناصر کا ہونا کیا اہمیت رکھتا ہے؟، اس کے بغیر مقاصدی تفسیر نہیں ہوسکتی، بلکہ کچھ اور ہوسکتا ہے۔

سوم: نص سے ثابت اصلی قرآنی مقاصد کو دوسرے مقاصد پر ترجیح دینا:

تفسیر مقاصدی کے اہم ضوابط میں سے یہ بھی ہے کہ اگر ظاہری تعارض پایا جائے تو اصلی مقاصد اور نص سے ثابت مقاصد کو دوسرے مقاصد پر برتری حاصل ہوگی، ظاہری تعارض ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ قرآن کے مقاصد کے درمیان جو بھی ان کے انواع ومراتب ہوں تعارض نہیں ہوسکتا، اگر وہ انہیں راستوں سے حاصل ہوتے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں، البتہ وہ اگر ان طریقوں سے نہیں آئیں گے تو حقیقی تعارض ہوسکتا ہے، اس لئے کہ ایک ہی سرچشمہ سے نکلنے والی چیزوں میں باہم تعارض نہیں ہوسکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ''**ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا**'' (سورۂ نساء: ۸۲) (اگر یہ کلام (قرآن) اللہ کے

۱- (مثال کے طور پر دیکھئے: لسان العرب ۱۲/ ۵۰۲، ومابعد لابی الفضل جمال الدین ابن منظور الانصاری الافریقی دار صادر بیروت، البطعۃ الثالثۃ ۱۴۱۴ھ)۔

۲- (التوقیف علی مھمات التعاریف: ۲۶۰، زین الدین عبد الرؤف المناوی، عالم الکتب، القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰ء)۔

پاس سے نہ ہوتا تو وہ اس میں بڑا اختلاف پاتے)۔

علماء قرآن نے قرآن کے اصلی اور اساسی مقاصد پر گفتگو کی ہے جس میں علامہ محمد الطاہر بن عاشور بھی ہیں، وہ کہتے ہیں: قرآن کو اللہ تعالی نے تمام لوگوں کی صلاح کے لئے، ان پر رحمت فرمانے کے لئے اور اللہ کی مراد ان تک پہنچانے کے لئے بھیجا ہے، جیسا کہ فرمایا: "**ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ وھدی ورحمة وبشری للمسلمین**" (سورۂ نحل:۸۹)، لہذا نزول قرآن کا بڑا مقصد لوگوں کے انفرادی، اجتماعی اور عمرانی احوال ومعاملات کی اصلاح ہے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں: کیا اس سے اس فن کے طالب پر یہ واجب نہیں ہوجاتا کہ وہ ان اصلی مقاصد کو جانے جن کے بیان کے لئے قرآن کریم آیا ہے؟ ہمارے استقراء کے مطابق وہ آٹھ امور ہیں، آیئے اب ان کو معلوم کرتے ہیں:

اول: عقیدوں کی اصلاح اور صحیح عقیدہ کی تعلیم، خلق خدا کی اصلاح کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے، کیونکہ اصلاح عقیدہ نفس سے جس پر دلیل قائم نہ ہوجائے اس کے سامنے سرنگوں ہونے کی عادت کو زائل کردیتا ہے، شرک اور الحاد اور ان کے بیچ سے پیدا ہونے والے اوہام سے دل کو پاک کردیتا ہے، اللہ تعالی کے اس قول کا اسی معنی کی طرف اشارہ ہے: "**فما أغنت عنهم الهتهم التی یدعون من دون الله من شئ لما جاء أمر ربک، ومازادوهم غیر تتبیب**" (سورۂ ہود:۱۰۱) (وہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو بھی پوجتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آئے، بلکہ انہوں نے ان کی بربادی میں اضافہ ہی کیا)، یہ اضافہ معبودان باطل نہیں، بلکہ ان کے متعلق غلط اعتقادات کرتے ہیں۔

دوم: تہذیب الاخلاق، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "**وإنک لعلی خلق عظیم**" (سورۂ قلم:۴) (آپ بڑے بلند اخلاق پر ہیں)۔

حضرت عائشہؓ سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا اس کی تفسیر

کی اور فرمایا: ''کہ آپ کے اخلاق قرآن تھے''، یہ وہ مقصد ہے، جسے خاص صحابہؓ ہی نہیں، بلکہ عالم عرب بھی سمجھتے تھے۔

سوم: قانون سازی، یعنی خاص اور عام احکام، جیسا کہ فرمایا: ''**إنا أنزلنا إليک الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما أراک الله**'' (سورۂ نساء:۱۰۵) (یعنی ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں)۔

اور فرمایا: ''**وأنزلنا إليک الكتاب بالحق مصدق لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه، فاحكم بينهم بما انزل الله**'' (سورۂ مائدہ:۴۸) (اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے تو ان لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں)، قرآن نے تمام احکام کا غالبا کلیات واصولوں کے لحاظ سے اور اہم جزئیات کا احاطہ کیا ہے۔

چہارم: سیاسۃ الأمۃ: یعنی امت کے امور ومعاملات کی تنظیم، یہ بھی قرآن کریم کے مقاصد میں سے عظیم مقصد ہے، جس سے مراد امت کی فلاح وبہبود اس کے نظام کا تحفظ اور اس کے شیرازہ کو مجتمع رکھنا ہے، جیسا کہ فرمایا: ''**واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته إخوانا، وكنتم على شفاء حفرة من النار فأنقذكم منها**'' (سورۂ آل عمران:۱۰۳) (تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور افتراق میں نہ پڑو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے اور اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت پیدا کی تو اس کے فضل سے تم سب بھائی بھائی بن گئے، تم آگ کے گڈھے کے کنارے تھے تو اس نے تم کو اس سے بچا لیا)۔

پنجم: گزشتہ امتوں اور قوموں کے قصے اور خبریں، تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے

فرمایا:"**نحن نقص علیک أحسن القصص بما أوحینا إلیک هذا القرآن وإن کنت من قبله لمن الغافلین**"(سورۂ یوسف:۳)(ہم آپ کو یہ بہترین قصہ سنا رہے ہیں اس قرآن کے ذریعہ،اس سے پہلے آپ کو یہ باتیں معلوم نہ تھیں)،"**أولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده**"(سورۂ انعام:۹۰)(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی تھی تو ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے)، ان کی برائیوں سے خبردار کرنے کے لئے فرمایا: "**وتبین لکم کیف فعلنابهم**"(سورۂ ابراہیم:۴۵)(اور اسے ظاہر ہوگیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا)، ان کے ذریعہ سے لوگوں کی تعلیم بھی مقصود ہے، جیسے کہ دوسرے مقدمہ میں ہم نے اشارہ کیا ہے۔

ششم: قرآن کے راست مخاطبین کے زمانہ کے مطابق تعلیم دینا جس سے ان کو شریعت اور اس کے نشر واشاعت کا اہل بنایا جاسکے، اس میں علم الشرائع اور علم الاخبار ہے، وہ عرب جو اہل کتاب کے ساتھ رہتے تھے ان کا مبلغ علم یہی تھا جس کی رعایت کی گئی، اس کے علاوہ قرآن پاک میں طرح طرح سے مجادلین ومنکرین کے اعتراضوں کا عقلی ومنطقی جواب دیا گیا ہے، فطری طرز استدلال سے اور حکمت سے ان کے دعووں کو رد کیا ہے، چنانچہ ایسی حکمت کی اہمیت بتائی ہے کہ:"**یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤتی الحکمة فقد أوتی خیرا کثیرا**"(سورۂ بقرہ:۲۶۹)، یہ وہ وسیع باب ہے جس سے معارف کے چشمے پھوٹتے ہیں اسی سے امی عربوں کی علم کی طرف رہنمائی ہوئی، علم اور اس کی اہمیت کو قرآن میں بار بار دہرایا گیا، عربوں کے کانوں نے اس سے قبل یہ چیز سنی ہی نہ تھی۔

ہفتم: مواعظ وانداز وتحذیر وتبشیر: یہ وسیع باب ہے جس میں تمام آیات وعدہ ووعید اور اسی طرح معاندین سے مجادلہ، اور ترغیب وترہیب کی آیات آجاتی ہیں۔

ہشتم: قرآن کریم کے ذریعہ عاجز وبے بس کرنا تاکہ وہ رسول کی سچائی پر دلالت کرنے والی نشانی ہوجائے کیونکہ تصدق چیلنج کے بعد معجزہ کی دلالت پر موقوف ہوتی ہے، اور پورا

قرآن اپنے لفظوں اور معنوں کے لحاظ سے معجزہ اور چیلنج ہے، چنانچہ متعدد بار فرمایا کہ ''**قل فأتوا بسورة مثله**'' (سورۂ یونس:۳۸) (اس جیسی ایک سورت بنالاؤ)، اسی طرح اسباب نزول کی معرفت سے اس وقت کی صورت حال بھی سامنے آتی ہے، میں نے اپنے استقراء سے یہ چیزیں معلوم کیں، جبکہ امام غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' میں ان میں سے بعض موجود ہیں۔

مفسر کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی کتاب میں جو معنی ومراد سمجھے ان کو بہترین انداز میں بیان کردے، قرآن کا معنی اس کے بیان کردہ مفہوم کو متحمل ہو اور لفظ اس سے اباء نہ کرے، توضیح مراد اور بیان مقصد اور قرآن کے صحیح فہم میں، نیز مقصد وجزئیات کی تفصیل میں لفظ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ ہم نے پہلے مقدمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ساتھ ہی اگر کچھ خفاء رہ جائے تو اسی سے دلیل قائم ہوتی ہے، اور جاہل معاند کے اعتراضات بھی رفع ہوتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان سب چیزوں میں مفسر کی رہنمائی یہ امر کرتا ہے کہ وہ اجمالی طور پر قرآن کے اغراض ومقاصد کو جانے (۱)۔

یہ آٹھ مقاصد ہیں جن پر قرآن کے الفاظ خود دلالت کرتے ہیں، شیخ الطاہر بن عاشور نے اپنی کتاب ''التحریر والتنویر'' کی ایک دوسری جگہ میں دو مقصدوں کا اضافہ اور کیا ہے، اسی طرح ان کے یہاں قرآن کریم کے عام اور اصلی مقاصد پورے دس ہوجاتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

یہ واضح رہے کہ قرآن کے مقاصد میں سے دو چیزیں اور ہیں:

ایک تو یہ کہ قرآن دائمی شریعت ہے، اسی وجہ سے اس کی عبارتوں سے استنباط کرنے والوں کے لئے وسعت اور احتمالات ہیں تاکہ اولین وآخرین سب کے لئے اس سے احکام اخذ کئے جاسکیں۔

۱-(ملاحظہ ہو: التحریر والتنویر: ۱/ ۳۷-۳۹ اختصارا)۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس شریعت کے حاملین اور اس امت کے علماء کو مزید تحقیق وتفتیش اور مشکل دلیلوں سے مقاصد کے استخراج کا عادی بنایا جائے، تاکہ علماء امت کے طبقات ہر زمانہ میں شارع کی تشریع کو اور تشریع کے مقصد کو جان سکیں، یوں وہ تشریعی احکام کے استنباط پر قادر ہوں، اور اگر تشریع ان کے لئے بہت آسان اور سہل اسلوب میں ڈھالی جاتی تو ایک ہی بار کے مطالعہ سے جو چیز سمجھ میں آجاتی وہ اسی پر جم جانے کے عادی ہوجاتے (۱)۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ایک جگہ لکھتے ہیں: اس کے مشمولات میں قرآن کے کئی طرح کے مقاصد آجاتے ہیں، اور وہ تین ہیں:

اللہ تعالی کی ایسی تعریف وتوصیف کرنا کہ اس کے تمام محامد (خوبیوں) کو شامل ہو، اور تمام نقائص سے اس کو منزہ کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ وہی تنہا الوہیت کا حامل ہے، اور بعث وجزاء کا اثبات کرنا، یہ چیزیں الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک ہیں اور اوامر ونواہی کا اثبات "**ایاک نعبد**" سے ہوگیا، اور "**صراط الذین انعمت علیھم**" سے آخر تک سے وعدہ ووعید ثابت ہوگئے، یوں قرآن کے تمام مقاصد اس میں آگئے، دوسری سورتیں سب اس کی مکملات ہیں، کیونکہ قرآن کا مقصد شرع کے اصلی مقاصد کو پورا کرنا ہے، یعنی صلاح دارین کو جو اوامر ونواہی سے حاصل ہوتی ہے، اب چونکہ اوامر ونواہی اس پر موقوف ہیں کہ امر ونہی کرنے والی ذات کی معرفت حاصل ہو جو اللہ تعالی ہے، واجب الوجود اور تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا یہیں سے صفات کے معنی ومفہوم کو جاننا لازم آیا، اور کیونکہ اطاعت بغیر ثواب کی امید اور عذاب کے خوف کے نہیں ہوسکتی تو وعد ووعید کا ہونا ضروری ٹھہرا، سورہ فاتحہ ان تمام انواع پر مشتمل ہے (۲)۔

۱- (ایضا، التحریر والتنویر ۳/ ۱۵۸)۔

۲- (التحریر والتنویر ۱/ ۱۳۳، یاد رہے کہ قرآن کے موضوعات یا مقاصد پر گفتگو کرنے والے اور علماء بھی ہیں جن میں امام ابوحامد الغزالی، العز ابن عبد السلام، البقاعی، رشید رضا محمد الغزالی اور ہمارے شیخ یوسف القرضاوی وغیرہم ہیں، قرآن کے مقاصد اصلیہ کے اثبات میں یہ سب علماء متقارب ہیں)۔

یہ قرآن پاک کے وہ اصلی مقاصد ہیں جو اس کے الفاظ سے نکلتے ہیں اور جن کو ہر مفسر کو پیش نظر رکھنا اور ان پر اعتماد کرنا چاہئے، اور ترجیح کا موقع آئے تو انہیں کو فوقیت دینی چاہئے، یا مقاصد اکٹھا ہو جائیں اور ان میں بظاہر تعارض محسوس ہو تب بھی ان مقاصد اصلیہ کو زیادہ اہتمام وتوجہ ملنی چاہئے، البتہ دوسرے مقاصد کو بھی ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈالا جائے گا، بلکہ ان کے اپنے مواقع ہیں، اس ضابطہ سے مفسر قرآن کریم کے اندر اپنے مقاصدی نقطہ نظر کو منضبط رکھے گا اور قرآن پاک کو ایک مربوط منسجم، ہم آہنگ اور نظم پر مبنی اکائی بنائے گا جس میں کوئی تعارض واختلاف نہ ہوگا۔

چہارم: قرآن کے مقاصد عامہ دوسرے مقاصد پر حاکم ہوں گے:

اسی طرح تفسیر مقاصدی کا یہ بھی اہم ضابطہ ہوگا جس کو کہ مقاصدی مفسر ملحوظ رکھے اور اپنے کام کا اس کی روشنی میں محاکمہ کرے کہ قرآن کے جو مقاصد عامہ ہیں وہ مقاصد کی دوسری انواع پر حاکم ہوں گے، وہ چاہے مقاصد خاصہ ہوں یا سورتوں کے مقاصد ہوں یا کلمات وحروف کے مقاصد ہوں۔

چنانچہ ترتیب یوں ہوگی کہ چاہے حروف کے مقاصد ہوں یا قرآن کے اعراب ہوں یا نقطے لگانے کا مسئلہ ہو یا آیات کے مقاصد ہوں یا سورتوں کے مقاصد ہوں یا سورتوں کے مجالات اور موضوعات قرآنی یا مقاصد خاصہ ہوں، ضروری ہے کہ ان سب پر قرآن کے مقاصد عامہ حاکم ہوں، جو ان کو منضبط کریں، ایسا اس وجہ سے ہے کہ یہ مقاصد راست قرآن کی نص سے اس کے الفاظ سے بالیقین ثابت ہیں، تو جہاں وہ مقاصد عامہ ہیں وہیں وہ مقاصد اصلیہ اور نص سے ثابت مقاصد بھی ہیں، تو جو مقاصد ایسے ہوں ان کا دوسرے مقاصد وانواع پر حاکم ہونا اور ان کو منضبط کرنا لازمی ہے۔

اس لئے یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ہم ایسے مقاصد خاصہ یا مجالات وموضوعات کا

استقراء یا استنباط کریں اور وہ قرآن کے مقاصد سے ٹکرا جائیں، بلکہ یہ ضروری ہے کہ مقاصد عامہ مجالات وموضوعات کے مقاصد پر حاکم ہوں، اصلاتو دونوں کے درمیان تعارض متصور نہیں، کیونکہ خاص دائرے یا موضوعات ہی ہمیں آخری تجزیہ میں مقاصد عامہ کی تکوین واقامت تک لے جائیں گے، اوراس سے بھی بڑھ کر یہ مقاصد عامہ خود قرآن پاک سے منصوص علیہ ہیں، اسی طرح آیات کے مقاصد کا سورت کے مقاصد کے تابع ہونا ضروری ہے جو کہ آخری تجزیہ میں قرآن کے مقاصد عامہ کی تکوین کریں گے، سورت کی کوئی آیت ایسی نہ ہوگی جو سورت کے عام مقصد کے تحت نہ ہو، اس کے مقصد عام کی تشکیل وتکوین اور ترجمانی نہ کرتی ہو، یہ بھی ایک قسم کا نیا اعجاز ہے جس کی مزید وضاحت اوراظہار ضروری ہے، اس لئے کہ آیات کی ترتیب سورتوں کے اندر داخل ہے اور وہ الٰہی ترتیب ہے جو وحی کے ذریعہ سے آئی ہے، کوئی توفیقی عمل نہیں ہے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ کلمات، اعراب اور نقطوں کے مقاصد بھی آیات کے مقاصد سے ہم آہنگ اور ان کے تحت ہوں، پھر آیات بھی اپنی جگہ سورت کے مقاصد کی تکوین وتحقیق میں اپنا رول ادا کرتی ہیں اور ان کے تابع ہوتی ہیں جو قرآن کے عام مقاصد کے تحت ہوتی ہیں۔

پنجم: قرآن کریم کے کلمات، آیات، سورتوں اور پورے قرآن میں بھی ہم آہنگی ضروری ہے:

یہ قاعدہ بھی بہت اہم قاعدہ ہے، ساتھ ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ماسبق کے تمام قاعدوں وضابطوں کا ماحصل اور ثمرہ ہے، کیونکہ جب مقاصد اپنے متعین منہاج سے نکلیں اور مقاصدی مفسر کو مقاصدی تفسیر کے تشکیلی عناصر حاصل ہوں اور مقاصد اصلیہ ومنصوص علیہا ہی مقدم ہوں اور وہی دوسرے مقاصد پر حاکم ہوں تو قرآن پاک کے کلمات، سورتوں اور پورے قرآن کے مابین اوران مقاصد کی قسموں کے مابین نظم واہم آہنگی خود بخود پیدا ہوجائے گی۔

اور پھر جب قرآن پاک مجموعی طور پر اپنی مضبوطی ترتیب اور نظم وہم آہنگی میں قطعہ

واحدہ (ایک ٹکڑے) اور جملہ واحدہ کی طرح ہے، لہذا مفسر کو یہی طریقہ اختیار کرنا بالکل لازمی و ضروری ہے اور یہ کہ وہ اس کے سایہ میں رہے اور اسی نہج کے مطابق چلے، جس سے اس کی تفسیر قرآن کا نظم وتناسق ظاہر و باہر ہوگا، آیات وسورتوں کی ہم آہنگی کے علم پر گفتگو کرتے ہوئے امام زرکشی فرماتے ہیں:

نظم قرآن کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے کلام کے اجزاء ایک دوسرے سے جڑ جائیں گے، ان کے مابین ارتباط قوی ہوگا اور تالیف کلام ایسی مضبوط عبارت کی طرح ہوگی جس کے اجزاء متناسب وہم آہنگ ہوں۔

اس نظم کلام کی دقت رسی کے سبب مفسرین نے اس سے بہت کم اعتناء کیا ہے، ہاں اس سے امام فخر الدین رازی نے بہت زیادہ اعتناء کیا ہے، انہوں نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: قرآن کریم کے اکثر لطائف اس کی ترتیبات اور روابط کلام میں پوشیدہ ہیں، بعض ائمہ نے فرمایا: کلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مرتبط ہو منقطع نہ ہو، اس قسم کی نوع ترتیب کو بعض مفسرین، بلکہ بہت سے مفسرین نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ اس کے فائدے بے پناہ ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربی (سراج المریدین) میں لکھتے ہیں:

قرآنی آیات کا ایک دوسرے سے یوں مربوط ہونا، جیسے ایک کلمہ الفاظ ومعانی میں مرتبط وہم آہنگ ہوتا ہے، ایک عظیم علم ہے، اس سے صرف ایک عالم نے تعرض کیا تھا اور سورہ بقرہ پر اسی نقطہ نظر سے کام کیا تھا، پھر اللہ نے ہمیں اس کی توفیق دی، لیکن جب ہم نے دیکھا کہ اس کے قدرداں نہیں ہیں اور لوگوں کو دیکھا کہ اس کا ابطال کر رہے ہیں تو ہم نے اس کو لپیٹ کر رکھ دیا، اور اسے اپنے اللہ کے مابین ایک راز بنا دیا(۱)۔ ابن حزم اندلسی شریعت کے مصدر کے

۱-(البرہان فی علوم القرآن: ۳۵ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر زرکشی، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، دار احیاء الکتب العربی العیسی البابی الحلبی اینڈ کمپنی الطبعۃ الاولی ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۷ء، مجھے نہیں معلوم کہ وہ عالم کون ہیں جن کے بارے میں ابن عربی بول رہے ہیں، ابن عربی کے لئے زیادہ مناسب یہ تھا کہ ان پر جو نظم کھلا تھا اس پر لکھ دیتے بجائے لوگوں کی مذمت اور انہیں باطل پر قرار دینے کے انہوں نے اس طرح سے اپنے آپ کو بری کر لیا، حالانکہ لوگ کیا لکھتے ہیں اس کا

بارے میں کہتے ہیں: ''وہ ایک لفظ کی طرح اور ایک خبر کی طرح ایک دوسرے سے مربوط باہم ہم آہنگ اور ایک دوسرے پر مبنی ہے''(۱)۔

قرآن مجید کی لفظی تشکیل اور اس کو باہم مربوط کرنے کے وجوب پر امام شاطبی نے بڑے بلند اشارے کئے ہیں، چنانچہ تیرہویں دلیل پر تفصیل سے بولتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

''کیا نگاہ میں قرآن کے اس چیز پر مراجع ہیں کہ اس کی تمام صورتیں بندوں سے خطاب کرنے کے اعتبار سے نہ کہ خود اپنے اعتبار سے کلام واحد ہے''۔

کلام اللہ فی نفسہ ایک ہی کلام ہے اس میں کسی بھی طرح کوئی تعدد نہیں، اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کی تبیین کرتا ہے، بہت سے مقامات ایسے ہیں جن کا معنی قرآن کے دوسرے مقامات سے واضح ہوتا ہے، مثال کے طور پر اس میں ضرورتوں کی جو قسمیں ہیں وہ سب حاجیات سے مقید ہیں، ایسی صورت حال میں اس کے بعض کا فہم بعض دوسرے اجزاء کے فہم پر موقوف ہے، تو لازمی ہے کہ جو کلام ایسا ہو وہ ایک ہی کلام مانا جائے گا تو اس اعتبار سے پورا قرآن کلام واحد ہے(۲)۔

ڈاکٹر عادل بن محمد ابو العلاء غماری کی کتاب ''جواہر البیان'' سے سورۂ مائدہ، انعام و اعراف کے باہمی ربط پر کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: ''لاریب-ان سورتوں- بلکہ پورے قرآن مجید کی سورتوں کو-اگر غور وفکر کے ساتھ پڑھا جائے تو تدبر کرنے والے پر تناسب اور نظم قرآن کے بے شمار دروازے کھل جائیں گے جو قرآن پاک کی کلامی وحدت کی دلیل ہوں گے کہ قرآن

احاطہ انہوں نے نہیں کیا تھا، نہ ہی کوئی کر سکتا ہے، کتنے ہی گوشوں میں راز چھپے ہیں اور لوگوں نے کتنا کچھ کرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے، ہر صاحب علم کے اوپر ایک عالم ہے)۔

۱-(الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم ۲/ ۳۵، اور ۸/ ۵۱۸، تحقیق احمد محمد شافع دار الافاق الجدیدۃ بیروت طبع ثانی، ۱۹۸۳ء)۔

۲-(الموافقات: ۴/ ۲۷۴-۲۷۵ ابراہیم بن موسی الشہیر بالشاطبی: تحقیق ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان دار ابن عفان، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)۔

ثقلین کے لئے قیامت تک اس کا آخری کلمہ ہے(۱)۔

اور جب یہ صحت مند تناسق اور وحدت پورے قرآن میں ہے، تو سورتیں اس قانون سے باہر نہیں نکلتی ہیں، منطقی بات ہی ہے کہ جو چیز کل پر صادق آ رہی ہے وہ جزء پر بھی صادق آئے، اسی لئے علامہ محمد عبداللہ دراز کہتے ہیں: تم لمبی طویل سورت پڑھتے ہو، جاہل یہ سمجھتا ہے کہ یوں ہی منتشر معانی کا ڈھیر لگا دیا گیا ہے، بہت سی متفرق اینٹوں سے یوں ہی ایک عمارت بنادی گئی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، تم اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ پوری سورت ایک مضبوط و ہم رشتہ عمارت ہے، جس کو مقاصد کلیہ کے اصول ومبادیات پر اٹھایا گیا ہے، اور اس کی ہر اصل پر مختلف شعبے اور فصلیں قائم کر دی گئی ہیں، اس کے ہر شعبہ سے چھوٹی یا طویل شاخیں نکلی ہیں، جو اس کے اجزاء میں ایسے ہی منتقل ہوتی ہیں، جیسے کسی عمارت کے کمروں اور صحنوں میں جس کا ایک ہی نقشہ ہو اس کی تقسیم وتنسیق میں تمہیں کوئی اجنبیت وغرابت نہ ملے گی، نہ ایک راستہ سے نکل کر دوسرے راستہ پر جانے میں کوئی علاحدگی، بلکہ ان تمام اقسام میں ایک قسم کی الفت ووحدت

۱-(مصابیح الدرر فی تناسب آیات القرآن والکریم والسور: ۱۳۴، یہ ڈاکٹر عادل بن محمد ابو العلاء کا مقالہ ہے جو الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ کے شمارہ نمبر ۱۲۹ (سن ۳۷-۱۴۲۵ھ) میں آیا۔ اس کے مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں: قرآن کریم اپنے اجزاء کے ربط باہم اپنے کلمات اور تمام جملوں اور آیتوں کے مضبوط جوڑ میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ کوئی دوسرا کلام اس کی ہم سری کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ قرآن کے الفاظ، آیتیں اور سورتیں ہم رشتہ اور مضبوطی سے ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں، چنانچہ تم ان کو رواں میٹھی رقیق اور ہم آہنگ دیکھو گے یا بلند آہنگ، متکامل اور ہم رشتہ، اپنی کثرت وتنوع کے علی الرغم اس کے سب کلمات اپنی آواز آہنگ اور نغمہ میں ہم رشتہ وہمراہ ہیں، انہیں سب چیزوں کی وجہ سے قرآن پاک ایک مساوی کتاب بن گیا ہے جو نگاہوں کو جکڑ لیتی ہے اور عقلوں وافکار پر غالب آجاتی ہے، جیسا کہ فرمایا: وہ عربی قرآن ہے اسمیں کوئی کجی نہیں، امید ہے کہ اس کے ذریعہ وہ تقوی کی راہ اختیار کریں گے (الزمر:۲۸)، جو شخص بھی گہری نگاہ سے اس تناسب کو دیکھے گا وہ قرآن میں اس صحت مند ارتباط ونظم کو جان لے گا، اس میں اسے توڑ پھوڑ، دوری اور انحلال وتنافر نہ ملے گا، حالانکہ قران کے موضوعات بے حد مختلف ہیں، ابھی تشریع کی بات ہو رہی ہے کہ عقائد کی شروع ہوگئی، ابھی داستان بیان ہو رہی تھی کہ مخالفوں سے جدل چھڑ گیا اور اس سے بات کسی وصف کی طرف مڑ گئی.....الخ، یہی تناسب ونظم ان دقیق اسرار کی جان ہے جن سے قرآن پاک کا اعجاز اور عظمت منکشف ہوتی ہے)۔

محسوس ہوگی، جیسے تمہیں جنس واحد کے مختلف افراد میں پوری پوری ہم آہنگی اور وحدت نظر آتی ہے، اور یہ احساس کسی تکلف اور باہر کے کسی عنصر کی مدد کا محتاج نہ ہوگا، بلکہ اس کے آغاز وسط اور انجام ہر چیز میں ایک فطری اور خود بخود پیدا ہونے والی خوش آمیزی اور لطافت موجود ہے، جس کے باعث جدا بھی تمہیں متصل لگے گا اور مختلف بھی متحد محسوس ہوگا(۱)۔

اس چیز کو بیان کرنے کا وسیلہ وذریعہ صرف مقاصد اور مقاصدی نظریہ ہے، خاص طور پر قرآن کریم کے مقاصد، کیونکہ مقاصد قرآنیہ وہ وسیع افق اور کھلی نظر ہے جس کے تحت مقاصدی مفسر اطمینان سے غور وفکر کے دریا میں اتر سکتا اور اس کے ذریعہ سے اس وحدت موضوعی کو پورا کرسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے کلی مقاصد کے درمیان کسی خاص سورت اور قرآن کے عام طور پر موضوعی تناسق اور ہم رشتگی کے درمیان جو تعلق ہے اس کو یوں بیان کرتے ہوئے کہ قرآن کریم کے مقاصد کلیہ ہی قرآن کے نظم کو اور اس سورت کے نظم کو بیان کرنے کا راستہ ہے ڈاکٹر محمد بن عمر بازمول کہتے ہیں: قرآن کریم کے مقاصد کلیہ کی معرفت سورت یا قرآن پاک کے عمومی موضوعی تناسق کے مطالعہ پر موقوف ہے اور اس کی متعدد جہات ہیں، جو یوں ہیں:

☆ مقاصد کلیہ قرآنیہ کے ساتھ تمام سورتوں اور قرآن کی ہر ہر سورہ کی ہم آہنگی کو بیان کیا جائے کہ سورت کے موضوعات کو جوڑنے والا نظم ابھر کر سامنے آئے، جیسے کہ قرآن پاک کے کلی مقاصد کے ساتھ یہ موضوعات کسی طرح ہم رشتہ وہم آہنگ ہوجاتے ہیں، اس کی کیفیت بھی ابھر کر سامنے آئے گی۔

☆ محور میں غور وفکر کی درستگی کے لئے یہاں وہی بنیاد معتبر ہوگی جس کا مقصد سورت کریمہ اپنے متعدد موضوعات کے ساتھ کرتی ہے، کہ اس غرض کی معرفت سے ہی قرآن کریم کے

۱- (النبأ العظیم نظرات جدیدۃ فی القرآن الکریم: ۱۸۸، علامہ محمد بن عبداللہ دراز باہتمام احمد مصطفیٰ، تقدیم دکتور عبدالعظیم ابراہیم المطعنی، دارالقلم للنشر والتوزیع آراستہ ومحقق ایڈیشن ۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۰۰۵ء)۔

مقصد کلی کی طرف جایا جاسکے گا، اور جبکہ پورے قرآن کے جس میں بہت سی سورتیں بہت سی آیتیں اور متعدد موضوعات ہیں، کچھ کلی مقاصد ہیں جن کی طرف وہ رجوع کرتا ہے، تو متعدد الموضوعات سورۃ کا بھی بدرجہ اولی کوئی ایک محور وہدف اساسی ہونا چاہئے جس پر سورت دلالت کرے اور جو قرآن کریم کے مقاصد کلیہ سے ہم آہنگ ہو۔

☆ سورت کے تناسب اور باقی قرآن کے ساتھ اس کے ہم آہنگ ہونے کا طریقہ وہی قرآن پاک کے کلی مقاصد کو جاننا ہے، لہذا قرآن پاک کے کلی مقاصد ہی قرآن کے نظم کی کلید ہیں اور وہی سورت کے نظم کو جاننے کا راستہ بھی ہیں(۱)۔

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں ہم پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ:

جب مفسر قرآن، قرآن کے عام اور خاص اور جزوی مقاصد کو، نیز سورت کے مقاصد کو سامنے رکھے گا تو اس کے ہاتھ پر قرآن کی وحدت اور موضوعات کی ہم رشتگی مکمل ہوجائے گی، اب جب وہ قرآن کے ساتھ تعامل کرے گا تو اس کے تعامل میں شذوذ، تناقض، انحراف اور اضطراب پیدا نہ ہوگا، اور قرآن ٹکڑے ٹکڑے دکھائی نہ دے گا، بلکہ مقاصد قرآنیہ کے ذریعہ ایسے مفسر کے ہاتھ پر قرآن کریم ایک ہم رنگ وحدت اور ایک ہم رشتہ وہم آہنگ ٹکڑا نظر آئے گا۔

۱-(التناسق الموصوعی فی السورۃ القرآنیۃ: ۳۳-۳۴، مؤلفہ محمد بن عمر بن سالم بازمول)۔د-ت-د-ت۔

چھٹا مبحث
قرآن کریم کی مقاصدی تفسیر کے فائدے

ہر معاملہ کی ایک غایت اور ہر حکم کا ایک مقصد اور فائدہ ہوتا ہے، فائدوں کی تلاش ہر انسان کی زندگی کا منہج ہوتا ہے، مسلمان ہی پر کیا موقوف، پھر جبکہ بات مسلمان کی اللہ کی کتاب کو برتنے کی ہو تو اس میں تو بدرجہ اولی یہ ہونا چاہئے، اور جبکہ یہ مسلمان کا حال ہونا چاہئے تو پھر اس مسلمان کا تو ذکر ہی کیا جو اللہ کی کتاب میں مشغول ہو۔

اور جبکہ اسلام کے مقاصدی نقطہ نظر اور مقاصدی فہم کے تشکیلی عناصر ہوتے ہیں جو مقاصدی نقطہ نگاہ سے قرآن سے تعرض کرنے والے کے سامنے رہنے چاہئیں تو اس منہج اور قرآن کے ساتھ تعامل کے اس رجحان کا مقصد کیا ہے؟ اور قرآن کریم کی تفسیر مقاصدی کو عمل میں لانے کی غرض وغایت کیا ہے؟

سطور ذیل میں ہم اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں:

اول: یہ عمل اللہ اور رسول کی اطاعت کے لئے ہوگا:

کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں تدبر کا حکم فرمایا ہے تو اس طرح اس کے حکم کی پیروی ہوگی، اللہ تعالی کے ارشاد: "**افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا**" (سورۂ نساء)، اور ارشاد باری تعالی: "**افلا یتدبرون القرآن أم علی قلوب أقفالھا**" (سورۂ محمد: ۲۴) کے بارے میں ہم سلف کے اقوال نقل کر چکے ہیں، نیز اس

بارے میں شاطبی وغیرہ کا کلام بھی نقل کر چکے ہیں۔

مؤخرالذکر آیت کی تفسیر میں صاحب ظلال فرماتے ہیں: اور تدبر قرآن سے پردہ ہٹتا، کھڑکیاں کھلتیں، نور کی بارش ہوتی، دلوں میں جوش پیدا ہوتا، ضمیر مطمئن ہوتا، اور روح میں نئی زندگی پیدا ہوتی ہے جس سے وہ سانس لیتی اور روشنی و نور بکھیرتی ہے، "**أم على قلوب اقفالها**" جو کہا تو اس لئے کہ اقفال (تالے) دلوں اور قرآن کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں وہ دلوں میں نور کو داخل نہیں ہونے دیتے تو ان کے دلوں پر قفل لگ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تالے بند ہوگے جو نہ ہوا آنے دیتے ہیں اور نہ روشنی(۱)۔

رسول اللہ ﷺ کو سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا تھا، آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور روتے جاتے، خشوع اختیار کرتے اور بہت دیر تدبر کرتے، آپ ﷺ اس وقت روئے جب آپ ﷺ نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد سنا: **فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا، يومئذ يود الذين كفروا وعصوا الرسول لو تسوى بهم الأرض ولا يكتمون الله حديثا**" (سورۂ نساء:۴۱-۴۲)۔

بخاری و مسلم دونوں میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے کہا: یا رسول اللہ میں آپ کو پڑھ کر سناؤں، جبکہ یہ آپ ﷺ پر ہی تو اترا ہے؟

فرمایا: ہاں! میں پسند کرتا ہوں کہ اس کو دوسروں سے سنوں، تو میں نے سورت النساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچا: "**فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنابک على هولاء شهيدا**" فرمایا: بس اب بس کرو، تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

۱-(فی ظلال القرآن:۶، ۳۲۹۷، سید قطب دار الشروق، القاہرۃ)۔

علامہ الطاہر ابن عاشور کہتے ہیں: اس موقع پر رسول کریم ﷺ کے رونے سے زیادہ کوئی چیز شعور انسانی کے لئے مؤثر نہیں ہوسکتی کہ اس میں بہت سے دلائل جمع ہوگئے ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ نے اس عظیم مشہد میں آپ کو گواہ بنا کر عزت بخشی، مؤمنین آپ کی تصدیق کریں گے کہ آپ نے پیغام ربی پہنچا دیا، ان خیرات عظیمہ کو آپ نے دیکھا جو آپ کے ذریعہ ان کے لئے برپا ہوئیں، پھر آپ کو شدید مایوسی اس سے ہوئی کہ بقیہ امت کو تکذیب کے باعث عذاب لاحق ہوا آپ کی معصیت کرنے پر ان کی ندامت کو بھی آپ نے دیکھا، تو یہ رونا رحمت، مسرت، خوشی وافسوس کی ملی جلی کیفیت کا ترجمان تھا(۱)۔

اسی طرح آپ ﷺ اس وقت بھی روئے جب آپ نے یہ آیت سنی: ''**إن فی خلق السموات والأرض واختلاف اللیل والنهار لآیات لأولی الالباب**''(سورۂ آل عمران: ۱۹۰)۔

عطا کہتے ہیں: میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہؓ کے پاس گئے، انہوں نے عبید بن عمیر سے کہا: تمہیں اب ہماری ملاقات کا وقت مل گیا؟ عبید نے کہا مادر مہربان میں وہی کہتا ہوں جو بزرگوں نے کہا: دیر سے ملنے آیا کرو محبت میں اضافہ ہوگا''**زرغباتزددحبا**''، عطا کہتے ہیں: ام المؤمنین نے فرمایا اپنی ان باتوں سے ہمیں معاف ہی رکھو، ابن عمیر بولے آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سب سے حیران کن بات بتائیں، کہتے ہیں یہ سن کر وہ چپ رہیں پھر بولیں: ایک رات ہوئی تو آپ نے فرمایا: عائشہ مجھے آج رات عبادت رب میں مشغول رہنے دو، میں نے کہا مجھے آپ کا قرب پسند ہے اور جس چیز سے بھی آپکو خوشی ملے مجھے پسند ہے، کہتی ہیں تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے طہارت فرمائی پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے، کہتی ہیں کہ نماز میں آپ رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں نے گود کو تر کر دیا، کہتی ہیں آپ پھر روئے

۱-(التحریر والتنویر ۵/ ۵۸ الطبعۃ التونسیۃ)۔

اور روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی، کہتی ہیں آپ پھر روئے اور روتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں نے زمین کو تر کر دیا، پھر بلال آ گئے، نماز کے لئے اذان دینے کو، انہوں نے جب آپ کو اس طرح روتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یارسول اللہ آپ کیوں روتے ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں؟ فرمایا: کیا میں شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں؟ مجھ پر رات ایسی آیت اتری ہے کہ جو اس کو پڑھے اور اس پر غور نہ کرے اس کے لئے بربادی ہے، "ان فی خلق السماوات والأرض.....الخ"، (۱)۔

تو اس طرح یہ اللہ عزوجل کی اور اس کے رسول ﷺ کی رہنمائی ہے کہ ہم قرآن پر تدبر کریں اور قرآن کے مقاصد کو سمجھنا اور پورے مقاصد کا استیعاب کرنا ان کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل کرنا اور ان کی روشنی میں قرآن کو پڑھنا بھی تدبر قرآن کا (سب سے بڑا دروازہ) ہے۔

دوم: قرآن پاک کی قدر و قیمت، اہمیت اور اتباع سے ایمان و یقین میں اضافہ:

جب مسلمان مقاصدی تفسیر کے ذریعہ قرآن کے مقاصد سے واقف ہوگا تو اس کے قرآن پر ایمان میں اضافہ ہوگا، اسے اس کی عظمت کا اور زیادہ احساس ہوگا اور وہ اس کے حقیقی مقام و مرتبہ کا ادراک کر سکے گا، اس قرآن سے اس کی محبت و یقین میں اضافہ ہوگا، کہ وہ حقیقت میں ایک عظیم کتاب ہے، بار بار دہرائے جانے سے پرانی نہیں ہوتی، علماء اس سے آسودہ نہیں ہوتے اور اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے۔

قرآن کی عظمت کو جاننے سے اس پر یقین میں اضافہ اور اس پر ایمان کی بڑھوتری کے لئے ان مقاصد کا جاننا بہت زیادہ اثرات رکھتا ہے، جو مؤمن کے نفس و روح اور سلوک پر

۱- (اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے، اس کی اسناد صحیح اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے، ابوالشیخ نے اس کی تخریج (اخلاق النبی) میں کی ہے، ص۱۸۶ پر فریابی عن عثمان بن ابی شیبہ کے کے حوالہ سے اسی سند سے کی ہے، ابوالشیخ ہی کے یہاں یہ ایک دوسرے طریق سے بھی آئی ہے، جو عطاء سے مروی ہے، ۱۹۰-۱۹۱، دیکھئے: صحیح ابن حبان اور اس کے حاشیئے ۳۸۷/۲)۔

منعکس ہوگا۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ جتنا ہی اسے قرآن کے مقاصد کا علم ہوگا اتنا ہی وہ طاعت وانقیاد میں بڑھے گا، مسلسل اور بہتر سے بہتر کام کرے گا، یہ علم اسے عمل پر ابھارے گا اور چست کرے گا، خاص طور پر یہ اس کے لئے عبادات کے باب میں طاعت وانقیاد مداومت وپختگی کا محرک بنے گا اسی لئے آمدی نے کہا: ''جو نصوص سبب بنتے ہیں وہ بدرجہ اولی مقصود کے لئے تیز اطاعت اور بسہولت قبولیت کا محرک ہوں گے''(۱)۔

ابن عاشور کہتے ہیں: ''سبب بتانے سے مامور کو کسی فعل کو کرنے پر ابھارنا اور متحرک کرنا مقصود ہوا کرتا ہے'' کیونکہ وہ حکمت جان لے گا''(۲)۔

اسی طرح احمد ریسونی کہتے ہیں: ''اعمال کے مقاصد کی معرفت ان کی طرف ہمت کو بڑھاتی ہے، ان پر صبر ومداومت کا سبب بنتی ہے، ان کو زیادہ اچھا کرنے اور خوب سے خوب تر کرنے پر ابھارتی ہے''(۳)۔

اس کا یہ مقصد قطعی نہیں کہ بندے کا اللہ کے اوامر ونواہی کو بجالانا مقاصد شرع یا اسرار احکام کو جاننے پر موقوف ہے، بلکہ اطاعت الٰہی اور شرع پر قائم رہنے کے لئے تو اتنا کافی ہے کہ اللہ ورسول نے اس کا حکم دیا ہے، اس لئے ہم یہاں ایمان وطاعت وغیرہ میں زیادتی کی بات کررہے ہیں، یہ نہیں کہہ رہے کہ محض ایمان وطاعت کے لئے مقاصد واسرار احکام کو جاننا ضروری ہے، بات تو صرف اتنی ہی ہے کہ کوئی بھی حکم شرعی حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہوتا، جب آپ اس حکمت ومصلحت کو جان لیتے ہیں تو امتثال امر اور اطاعت آسان ہوجاتی ہے(۴)۔

۱-(الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ۴/ ۲۷۴)۔

۲-(التحریر والتنویر ۱۳/ ۲۲۴)۔

۳-(مدخل إلی مقاصد الشریعۃ ۱۵-۱۶)۔

۴-(معالم اصول الفقہ عند اہل السنۃ والجماعۃ: ۳۵۷، محمد بن حسین بن حسن الجیزانی، دار ابن الجوزی، البطعۃ الخامسۃ ۱۴۲۷ھ)۔

اس بارے میں مناوی نے بہترین کلام کیا ہے، کہتے ہیں:

جس نے اللہ کے امر ونہی کی حکمت جان لی اور اسے یہ معلوم ہوگیا کہ کیوں اللہ نے اس کا حکم دیا اور کیوں روکا تو اس کے دل میں اس چیز کی بڑی وقعت ہوجاتی ہے، اب وہ بہت جلدی سے بجا آوری کرتا ہے اور منہی عنہ سے بہت شدت سے بھاگتا ہے، کیونکہ فقہ فی الدین ایسا عظیم لشکر ہے جس سے اللہ تعالی اہل یقین کی تائید فرماتے ہیں، جنہوں نے امور کے محاسن یا قبائح دیکھ لئے ہوں، انہیں اللہ کی حسین تدبیر پر یقین ہوجاتا ہے اور اس طرح وہ اس کی عبادت بصیرت واطمینان سے کرتے ہیں، جسے بصیرت واطمینان نہیں ملتا وہ اس کی عبادت کراہیت اور مشقت سے کرتا ہے، بات یہ کہ خواہ دل امر ونہی پر اطاعت کرلے، لیکن انسانی نفس کسی چیز کی طرف تبھی مائل ہوتا ہے جب اس کا فائدہ دیکھ لے، اور کسی چیز سے تبھی باز رہتا ہے جب اسے اس کے نقصان کا علم ہوجائے، نفس وشیطان کے لشکر شہوات ہیں، ان کے مقابلہ کے لئے نفس کو ایسے ہی ہتھیاروں کی ضرورت ہے اور وہ ہتھیار دین کا تفقہ اور حکمت ہے(۱)۔

اس لئے یہ بالکل معقول ہے کہ ماننے نہ ماننے میں احکام کے مصالح ومقاصد قرآن کی معرفت وعدم معرفت میں فرق آئے، لیکن اس سے بندہ کی بندگی اور عقیدہ میں کوئی حرج تصور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اطاعت امر وفرمانبرداری اور شرع کی پابندی کی ایک حد ادنی ہے جس سے نیچے اترنا تو کسی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا، چاہے وہ احکام شرع کے مصالح ومقاصد جانتا ہو، یا نہ جانتا ہو، البتہ ان معانی کے درجوں اور مراتب میں بندے احکام واسرار کی معرفت وعدم معرفت کے بقدر متفاوت ہوتے ہیں اور اسی پر ہماری گفتگو بھی ہے، اسی لئے اصفہانی فرماتے ہیں: ''شرع میں زیادہ تر حکم کا اثبات اس کی علت سے ہوتا ہے، کیونکہ کسی حکم کی علت کو جان کر

۱-(فیض القدیر ۲/ ۶۴۷-۶۴۸، فیض میں تفقہ فی الدین فہم شریعت پر گفتگو کرتے ہوئے یا حدیث: ''من یرید الله به خیرا یفقهه فی الدین ویلهمه رشده'' کی شرح میں جہاں جہاں بھی مناوی نے گفتگو کی ہے اس نکتہ پر بار بار زور دیا ہے)۔

اس کو ماننا اور بجالانا تعبد محض سے زیادہ اقرب ہے(۱)۔

ابن دقیق العید نے اسی چیز کو اسلاف کی تعظیم کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ نبی ﷺ کے زمانہ میں اور اس کے بعد طواف قدوم میں رمل کی مشروعیت اور مطلق استحباب پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''گرچہ اب اس کی وہ علت جو ابن عباسؓ نے ذکر کی تھی (۲)۔ختم ہوگئی ہے، مگر اس کا استحباب اگر اس دور میں اس علت کی بنا پر تھا، تو اب وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی اقتداء و پیروی میں باقی رہے گا، اس میں ایک حکمت ہے کہ آپ سلف کرام کے زمانہ کے واقعات ذکر کرتے ہیں اور ان کے یاد کرنے میں ذیلی مصلحتیں ہیں، اس لئے کہ ان کے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح احکام خداوندی بغیر کسی چوں و چرا کے بجالاتے تھے اور اس میں جان لٹاتے تھے، اسی سے تمہیں پتہ چلے گا کہ حج کے دوران کے بہت سے اعمال محض تعبدی سمجھے جاتے ہیں، لیکن وہ تعبدی نہیں، بلکہ ان میں اسی طرح کرنے میں بزرگان سلف کی تعظیم ہے، اس سے یہ یاد تازہ ہوتی ہے کہ اللہ کے ان بندوں نے اللہ کی اطاعت میں کیسی مشقتیں برداشت کی تھیں، ان کو یاد کرنے سے ہمیں بھی تحریک ملتی ہے اور بزرگان سلف کی تعظیم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ ایک معقول بات ہے''(۳)۔

۱-(بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب ۳/ ۱۰۸-۱۰۹، شمس الدین ابو الثناء محمود بن عبد الرحمٰن بن احمد الاصفہانی تحقیق ڈاکٹر محمد مظہر بقا، معہد البحوث العلمیۃ واحیاء الاقراۃ الاسلامی مکہ مکرمہ الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء)۔

۲-(یہاں مراد اس علت سے ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے طواف سے متعلق اپنی حدیث میں بیان فرمائی تھی، بخاری نے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ حج کے لئے آئے تو مشرکین کہنے لگے ان لوگوں کو یثرب کے بخار نے توڑ کر رکھ دیا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل کریں (تیز دوڑیں) اور رکنین کے مابین عام چال چلیں تمام پھیروں میں آپ ﷺ نے رمل کا حکم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے نہیں دیا، صحیح البخاری کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء)۔

۳-(احکام الأحکام شرح عمدۃ الاحکام: ۳۱۶ تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہبہ بن مطیع القسیری، المعروف ابن دقیق العید (م: ۷۰۲ھ) تحقیق مصطفیٰ شیخ مصطفیٰ، مدثر سندس، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)۔

اتنا ہی نہیں، بلکہ علامہ محقق ابن القیم الجوزیہ نے احکام کی مصالح ،حکمتوں اور اسرار کی معرفت کو ایسا باب قرار دیا ہے جس سے بندہ مجرد طاعت سے محبت ومعرفت اور حمد وتعظیم الٰہی میں داخل ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''علم کے مسائل میں سے ہر مسئلہ کی حکمتوں کے لئے ایک پکارنے والا اس پر ایمان وعمل کے لئے پکارتا ہے، اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس پکارنے والے کی پکار پر لبیک کہی جائے، تاہم یہاں شیخ ہروی (جو منازل السائرین کے مصنف ہیں) کی مراد اس پکارنے والے سے اصل میں شرع کے ان اسرار وحکم سے ہے جن پر لبیک کہنا مجرد اطاعت امر سے زیادہ ایک چیز ہے، وہ محبت واکرام خداوندی اور اس کی معرفت وحمد کی داعی ہے، چنانچہ شریعت کا حکم تو بس اطاعت چاہتا ہے، مگر اس کی حکمتیں اور غایتیں معرفت ومحبت کی محرک بنتی ہیں (۱)۔

اسی وجہ سے اس بات میں کوئی تعجب کی بات نہیں کی بہت سارے قرآن وحدیث کے نصوص میں احکام کے مصالح وحکمتیں بھی ساتھ ہی بیان کردی جاتی ہیں، چاہے مامورات ہوں، جن کے بعد ان کو کرنے کے اجر وثواب کا تذکرہ آتا ہے، یا منہیات ہوں جن کے ارتکاب پر گناہ اور عذاب کا ذکر بھی معا کر دیا جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ لوگوں کو طاعت وامتثال پر جلدی اور اضافہ کرنے پر ابھارا جاتا ہے، خوب سے خوب تر کرنے کی اور مسلسل عمل کی تحریک ملتی ہے، خدا کی محبت وتعظیم اور حمد واکرام کے جذبے پیدا ہوتے ہیں، محض پیروی اور سمع وطاعت مقصود نہیں ہوتی، ورنہ نصوص کے ساتھ علتوں اور مصالح کے تذکرہ کے کوئی معنی نہیں۔

ڈاکٹر ریسونی نے اس قبیل کے کئی مسائل کا تذکرہ قصاص، تیمّم، زنا، غیبت اور حیض کے دوران عورتوں سے ملاقات کے باب میں کیا ہے، یہ ایسی مثالیں ہیں جن کے مقاصد معروف ومنصوص ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں:

ان احکام کی جو علتیں ساتھ ساتھ مذکور ہوئیں جو ان کے ذریعہ حاصل ہونے والے خیر

۱- (مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین: ۱/ ۱۳۲ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی، ابوعبداللہ تحقیق محمد حامد الفقی، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء)۔

ونفع کو بتاتی اور فساد وضرر کو دور کرتی ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ عمل پر ابھارتی اور اس کے تقاضوں و محرکات پر آمادہ کرتی ہیں، قرآن پاک کی طرح ہی نبی ﷺ بھی اس نہج کو اختیار فرماتے تھے اور احکام کے علل و اسباب بتایا کرتے تھے، تاکہ تکالیف شرعیہ کے التزام کی ترغیب ملے، ان پر پابندی اور جوش وجذبہ کے ساتھ ان کو بجالانے کی تحریک حاصل ہو(۱)۔

احکام کے مقاصد کی معرفت مختلف مقاصد قرآنیہ کی معرفت سے الگ کوئی چیز نہیں، بلکہ وہ بدرجہ اولی انہیں کو پورا کرتی ہے اور قرآن پاک کو عمل کرنے والے کے لئے محبوب بناتی، پختگی کے ساتھ اسے پڑھنے پر راغب کرتی اور اس کے حقیقی امتثال پر آمادہ کرتی ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے احکام کو اس لئے مشروع نہیں کیا کہ بندوں کو مشقت میں ڈالے، بلکہ (احکام کی مشروعیت) ان پر رحمت کے طور پر اور ان کی مصلحت کے لئے کنز ان پر آسانی کرنے کے لئے اللہ نے کی ہے، یہ چیز اپنے آپ میں وضع شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔

سوم: حسن فہم اور حفظ کو آسان بنانا:

مقاصدی تفسیر کے مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن نیز اس کے موضوعات اور سورتوں کے موضوع کا فہم حاصل ہو، اس کو یاد کرنا آسان ہوجائے، تو جو مقاصد کے نقطہ نظر سے قرآن میں غور کرے گا، سورتوں پر تدبر کرے گا جن کے موضوعات ایک ہی موضوع اور ایک ہی غایت رکھتے ہیں اس کو اس کے معنی تک پہنچنا مشکل نہ ہوگا، قرآن پاک یا سورت کے کسی موضوع اور اس کے اسرار وحکم کا فہم اس کے لئے مشکل نہ ہوگا، پھر سورتوں کے تمام موضوعات ایک ہی بڑے ہدف کی طرف چلتے ہیں، اس لئے قرآن میں غور کرنے والا اپنی سوسائٹی اور لوگوں میں ایک سورت سے بھی دعوت واصلاح کے لئے گزر سکتا ہے، بلکہ پورے قرآن کا یہی حال ہے۔

۱-(الفکر المقاصدی: ۹۳-۹۴ ان حوالوں کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب: مقاصد الاحکام الفقہیہ تاریخہا ووظائفہا التربویۃ والدعویۃ کو دیکھئے: خاص کر اس کے صفحات ۱۰۸-۱۱۱، شائع کردہ وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ کویت، شمارہ ۵۶ روافد سیریز، البطعۃ الاولی ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء)۔

امام رشید رضا نے اس کو قرآن کریم کو زیادہ بہتر سمجھنے کا طریق قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''قرآن پاک کو زیادہ بہتر طور پر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو جب بھی اس کی تلاوت کرے نماز میں یا غیر نماز میں تو اپنا نصب العین اور مرکز توجہ قرآن کے نزول کے مقصد، قرآن کے ثمرہ اور تدبر کی حکمت کو بنائے رکھے، یعنی قرآن میں جو نشانیاں جو نور جو ہدایت و رحمت جو موعظت و عبرت، خشیت و خشوع ہے اور کائنات میں اللہ کی جاری سنتوں کا تذکرہ ہے ان کو حرز جان بنائے کہ قرآن کریم کی انذار و تبشیر کی غایت یہی ہے اور اس غایت میں عقلا اور فطرتا لازمی طور پر اللہ کا تقوی ہوتا ہے جو منہیات سے ہر ممکن محفوظ رہنے اور مامورات کو بقدر استطاعت بجا لانے سے حاصل ہوگا، جیسا کہ قرآن کی صفت بتائی کہ وہ ''**هدى للمتقين**'' ہے (سورۂ بقرہ:۲)(۱)۔

اسی طرح قرآن پاک اور اس کی سورتوں کو جو بھی مقاصدی نقطہ نگاہ سے دیکھے گا اس پر قرآن کا حفظ بھی سہل ہو جائے گا، اس کو برتنا بھی آسان ہوگا، صاحب ''فی ظلال القرآن'' نے اس کے مقدمہ میں جو لکھا ہے اور ہر سورت کے تعارف میں جو لکھ دیا ہے اس کو پڑھنے سے پڑھنے والا محسوس کرے گا کہ اس نے اس سورت کے مضامین کا استیعاب کر لیا ہے وہ اس سے سیراب ہو گیا ہے، یہ اس لئے کہ قرآن کریم اور اس کی سورتوں کا مقاصدی فہم انسان کو قرآن کی یا موضوع کی یا سورت کی ایک جامع صورت دے دیتا ہے، اس کی عقل پر قرآن کے مضامین اور ہر مضمون کو دوسرے مضمون سے ملانا آسان کر دیتا ہے، اسے سورت کے مضامین کو ایک تشکیلی یا موضوعی اکائی بنانا آجاتا ہے، وہ چاہے کسی سورت کے بارے میں ہو، یا قرآن کے کسی مضمون کے بارے میں، اس قرآن کے حفظ، فہم اور استیعاب میں بھی بڑی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

چہارم: مفسرین کے درمیان اختلاف اور مسلمانوں کے مابین تعصّبات کو کم کرنا:

مقاصدی تفسیر اور مقاصدی نقطہ نظر کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اختلاف رفع

۱-(تفسیر القرآن الکریم مسمی بہ تفسیر المنار ۱/۸)۔

ہوتا ہے، تعصب ختم ہوتا ہے یا کم از کم ایک حد میں رک جاتا ہے، مقاصدی تفسیر مفسرین کے مابین اختلاف کو رفع کرتی ہے، دور ہونے والوں کو قریب کرتی ہے اور باہم تنافر کا شکار لوگوں کو قریب لاتی ہے، ہر دائرہ میں وہ فکر مقاصدی کی ایک عام خصوصیت ہے، ہر علم اور مسئلہ میں اس کا یہی کردار ہے، کیونکہ وہ جمع کرنے والی فکر ہے تفریق پیدا نہیں کرتی، تعمیر کرتی ہے، ڈھاتی نہیں تجدید کرتی ہے، زائل نہیں کرتی۔ اسی لئے آیات کے سیاق وسباق، مقتضاء حال اور نزول قرآن کے حالات پر گفتگو کرتے ہوئے امام شاطبی نے ایک اثر نقل کیا ہے جو اس معاملہ کی وضاحت کرتا ہے، چنانچہ ابو عبید نے ابراہیم التیمی سے نقل کیا ہے، فرمایا: ایک دن حضرت عمرؓ تنہائی میں سوچنے لگے کہ مسلمانوں میں اختلاف کیوں ہوگا، جبکہ ان کا نبی ایک ہے اور قبلہ ایک ہے، انہوں نے ابن عباس کو بلا بھیجا اور ان سے یہی سوال کیا کہ اس امت میں اختلاف کیسے ہوگا، جبکہ اس کا نبی ایک، قبلہ ایک، ابن عباس بولے: امیر المؤمنین وہ یوں ہوگا کہ قرآن ہم لوگوں میں اترا تو ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم تھا کہ کن حالات میں اترا، اور ہمارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے، مگر ان کو یہ پتہ نہ ہوگا کہ کس سلسلہ میں اترا، تو وہ رائے سے کام لیں گے، رائے ہوگی تو اختلاف ہوگا، اختلاف ہوگا تو آپس میں لڑائی بھی ہوگی، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ کو ڈانٹ دیا تو ابن عباسؓ چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے پھر غور کیا تو ان کو یہ بات سمجھ میں آئی، پھر ان کو بلا بھیجا، وہ آئے تو کہا: تم نے جو کہا تھا وہ پھر سے کہنا، ابن عباسؓ نے پھر اپنی بات دہرائی تو عمرؓ کو ان کی بات سمجھ میں آئی اور اچھی لگی (۱)۔

یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ جب عمرؓ نے توقف کیا، بات دوبارہ سنی اس پر غور کیا اس کے اسرار وخلاصہ تک پہنچ گئے، تو یہ بات اس طرح ان کے سمجھ میں آ گئی ان کا اختلاف ختم ہو گیا اور انہوں نے ڈانٹنا پھٹکارنا بند کر دیا، بلکہ ابن عباس کی بات ان کو اچھی لگی۔

۱- (الموافقات للشاطبی ۴/ ۱۴۸)۔

لہذا صحیح بات یہ ہے کہ مقاصد قرآنیہ خاص کر وہ مقاصد جو قطعی اور نص پر مبنی ہیں جب باعتبار ثبوت ووضاحت وانضباط وعموم اور باعتبار معارضہ سے سلامتی کے ان کو یہ حجیت حاصل ہوجاتی ہے، تو اختلاف کو کم کرنے بلکہ مکمل طور سے ان کا خاتمہ کرنے میں ان کا فیصلہ کن رول ہوتا ہے، لہذا جب مقصد ظاہر ہوجائے تو وہاں اختلاف ہونا صحیح نہیں ہوگا بلکہ جائز نہیں ہوگا۔

اسی لئے ابن عاشور فقہ پڑھنے والوں کے لئے سب سے زیادہ اہم یہ قرار دیتے ہیں کہ وہ چند ایسے مقاصد قطعیۃ کو اصل بنالیں جن کی طرف فقہ اور اختلاف وجدل میں رجوع کیا جاسکے (۱)، چنانچہ فرمایا: ''جب کسی مقصد شرعی کے اثبات پر دلیل قائم ہوجائے تو اس میں اختلاف کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ قبلہ انصاف کا رخ کریں اور کمزور احتمالات کو دور پھینک دیں (۲)۔

شارع کے مقاصد کی معرفت کا جو منہج امام شاطبیؒ نے وضع کیا ہے وہ شاید جمع کلمہ منتشر شیرازہ کو یکجا کرنے، اختلاف کو مٹانے اور اختلاف کرنے والوں کو متحد کرنے میں مؤثر ثابت ہو، وہ منہج ظاہریہ اور باطنیہ دونوں کے درمیان ایک منہج وسط ہے، انہوں نے اس کو چار بنیادوں پر اٹھایا ہے، خود نفس امر ونہی میں مقصد کی تلاش، امر ونہی کے علل واسباب میں مقصد کی تلاش، پھر مقاصد کو مقاصد اصلی اور مقاصد ذیلی میں تقسیم کرنا، اور کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے میں مقصد شرعی کو ڈھونڈنا (۳)۔ قرآن کے باب میں بھی ان طریقوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

مقاصد قرآنیہ میں یہ وضوح اختلاف کو اگر ختم نہیں بھی کرسکا تو مفسرین کے اختلافات کو کم ضرور کرسکتا ہے، خاص طور پر بڑے قرآنی مسائل میں اسی طرح آیات احکام میں جہاں کہ

۱-(مقاصد الشریعۃ ۷۳ طبعۃ دار السلام)۔

۲-(مقاصد الشریعۃ: ۱۷ طبع دار السلام)۔

۳-اثر المقاصد فی حصر الخلاف عند الامام الشاطبی نجیبہ رحمانی مخبر الدراسات الشرعیۃ، جامعۃ الأمیر عبد القادر للعلوم الاسلامیۃ، قسنطنیہ، الجزائر شمارہ ۴: ۱۹۱-۲۰۵، صفر ۱۴۲۶ھ، مطابق مارچ ۲۰۰۵ء)۔

فقہی حوالہ سے اختلاف بہت ہوا کرتا ہے، لہذا جب مقاصد قرآنیہ واضح ہوں، قرآن میں صاف صاف ہوں تو بلاشبہ مفسرین کے اقوال کی کثرت ان میں حیرت اور قیل وقال کی سخت مشقت سے ہم اپنے آپ کو بچا پائیں گے۔

پنجم: فہم وتنفیذ میں محاکمہ کے لئے بحیثیت معیار:

تفسیر قرآن میں مقاصد کو تمام قسموں سمیت مدنظر رکھنے سے ایک فائدہ یہ ہے کہ مقاصد ایسا معیار بن جائیں گے کہ فہم وتطبیق میں اسی پر اعتماد ہوگا اور ہر چیز میں اسی کو مدنظر رکھا جائے گا۔

چنانچہ مفسرین کے نزدیک قرآن پر کلی نظر ڈالنے کے لئے عام مقاصد قرآن ہی مرجع اور کسوٹی ہوں گے، چنانچہ قرآن کریم کے بارے میں کوئی بھی کلی استفادہ، کلی نظر یا کلی تعامل ہو تو اس نظر کا ضابطہ، اس تفکیر کا رہنما، اس منہج کی طرف پہنچانے والی ذات اور اس تعامل کو درست رکھنے والی چیز قرآن کے عام مقاصد ہوں گے۔

اسی طرح وہ مقاصد خاصہ جو دائروں یا مضامین کے مقاصد ہیں، قرآن کریم میں موضوعی یا دائرہ والی نظر کے ساتھ یہی کام انجام دیں گے اور سورتوں کے بارے میں بھی اسی طرح کہو، چنانچہ سورۃ کے بارے میں یا سورۃ کے متعلق گفتگو کرنے میں مفسر کو بس اسی قدر آزادی حاصل ہے جتنی آزادی اس سورۃ کے مقاصد اس کو دے رہے ہوں، اس لئے کہ سورۃ کے مقاصد ہی مفسر کے نزدیک تفسیری نظر کی غایت ہوتی ہے، جس کو تجاوز کرنا یا جس سے آگے بڑھنا اس کے لئے زیبا نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح آیات کے مقاصد ہوں یا سورت کے کلمات پر جن مقاصد کی حاکمیت ہے، مفسر کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ قرآنی آیات یا کلمات قرآنی کی تفصیلی یا تجزیاتی تفسیر کرے تو مقاصد قرآنیہ کو فہم ونظر کا معیار بنائے، امام ابن عاشور نے اپنی تفسیر کے چوتھے مقدمہ میں فرمایا:

''ان مقاصد کی معرفت جن کے بیان کے لئے قرآن اترا ہے تمہیں مختلف مشارب کے مفسرین کی غایت معلوم ہوگی، اسی طرح تفاسیر کے مطالعہ سے مفسرین نے کن غایتوں کا خیال رکھا اس کا پتہ چلے گا اور مقاصد یہ بتائیں گے کہ انہوں نے مقاصد کو کتنا پیش نظر رکھا، کتنا نظر انداز کر گئے اور ان سے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کون سے مفسر مقاصد کی تفصیل بیان کر سکے اور کون سے ان کو چھوڑ گئے (۱)۔

صرف نظری حیثیت سے ہی نہیں، بلکہ تطبیق میں بھی مقاصد قرآن کی بڑی اہمیت ہے، ظاہر ہے کہ قرآن پاک حکومت کرنے، لوگوں کی زندگیوں کی قیادت کرنے اور ان کے دین و دنیا کو اپنے مطابق چلانے کے لئے آیا ہے، اس لئے تطبیق میں کہیں محاکمہ کی ضرورت پڑے گی تو مقاصد قرآن ہی معیار فراہم کریں گے، لہذا مقاصد قرآن اپنے مراتب کے ساتھ حکم کے صحیح اور درست نفاذ کی ضمانت دیں گے، انہیں کے ذریعہ شریعت کی تنفیذ کے فائدے اور تطبیق کے مقاصد و ثمرات حاصل ہوں گے، قرآن کریم کا یہی بہت عظیم فائدہ ہے کہ اس کے مقاصد لوگوں کی زندگیوں میں نور ہدایت، کامیابی، رضائے الٰہی اور فلاح و بہبود کے ضامن بنیں۔

ششم: مفسرین کے اقوال و آراء میں وجہ ترجیح:

قرآن کی مقاصدی تفسیر یا مقاصدی نکتہ نظر سے اس میں تدبر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جہاں آراء اور اقوال مختلف ہوں وہاں مقاصد قرآن یا مقاصد شریعت ان میں ترجیح قائم کریں گے، مقاصد شریعت بھی فی الواقع مقاصد قرآن کا ہی ایک حصہ ہیں اور اسی کے ضمن میں آتے ہیں، یہ ترجیح کبھی مقاصد کلیہ یا خاصہ کی بنیاد پر ہوگی کبھی مقاصد جزئیہ کی بنا پر، اور تقابلی تفسیر کے منہج کے ساتھ ہی ہو سکے گی۔ تو اللہ تعالی کے قول: ''**يا ايها الذين آمنو لا تدخلوا بيوتا غيربيوتكم حتى تستأذنوا وتسلموا على أهلها، ذلكم خير لكم لعلكم تذكرون**'' (سورۂ نور:۲۶) (اے ایمان والو! جب تم دوسروں کے گھروں میں داخل ہو تو پہلے ان

۱- (التحریر والتنویر ۱/۳۶)۔

سے مانوس ہوجاؤ (یعنی اجازت لے لو) پھران کے رہنے والوں کوسلام کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو)، مفسرین نے اس پر بات کی ہے کہ اجازت کس کو لینی چاہئے، بینا کو یا نابینا کو؟ استئذان کتنی بار ہوگا تین بار یا کم یا زیادہ؟

اوراللہ تعالی کے اس قول: "**لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتاًغیر مسکونة**" میں استئذان کا مقصد (معلوم ہوتا ہے) اور وہ ہے گھروں کا آباد ہونا کہ جس گھر میں لوگ رہتے ہوں وہاں داخل ہونے والے لوگوں کی پوشیدہ باتوں اور پردہ کی چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں جس کو دیکھنا گھر والے صحیح نہ سمجھتے ہوں)۔

شیخ السایس اس ادب کی کیفیت اور مزاج کو حکم کے مقصد سے متعین کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ: اجازت لینے کا ادب یہ ہے کہ اجازت مانگنے والا دروازہ کے ٹھیک سامنے کھڑا نہ ہو، بلکہ دائیں یا بائیں کھڑا ہو، جب رسول اللہ ﷺ کسی کے دروازہ پر آتے تو سامنے سے نہیں، بلکہ دائیں جانب سے یا بائیں جانب سے آتے، لوگوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہیں لٹکائے جاتے تھے، تاہم آج بھی یہی حکم ہوگا اگرچہ دروازے بند ہوں، کیونک دستک دینے والا جب سامنے سے آئے گا تو ممکن ہے کہ دروازہ کھلتے وقت کسی پردہ کی چیز پر اور کسی ایسی چیز پر نظر پڑ جائے جس پر نظر پڑنا جائز نہ ہو یا گھر والوں کو گوارہ نہ ہو(۱)۔

اسی طرح کیا یہ حکم صرف بینا کے لئے ہے، اندھے کے لئے نہیں؟

شیخ السایس کہتے ہیں: ظاہر آیت کہتی ہے کہ اجازت لینا ہر دستک دینے والے پر واجب ہے چاہے اندھا ہی کیوں نہ ہو، یہی علماء نے کہا ہے، کیونکہ گھروں میں پردہ کی بعض باتیں سننے سے تعلق رکھتی ہیں، اس لئے کسی گھر میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی اندھا بھی داخل ہوگا تو

۱-(تفسیر آیات الاحکام ۳/ ۱۵۴-۱۵۵م، شرح الشیخ محمد علی السایس تحقیق طہ عبد الرؤف سعد المکتبۃ الازہریۃ للتراث-۲۰۰۰ء، حدیث کی روایت ابوداؤد نے سنن میں بھی کی ہے، ۴/ ۳۸۶ کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم حدیث نمبر:۵۱۸۶)۔

ان کو تکلیف ہوگی۔

اب بخاری ومسلم کی حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ:''**انما جعل الاستئذان من أجل النظر**''(یعنی نظر کی وجہ سے ہی تو اجازت لینے کا قانون بنایا گیا ہے)(۱)۔تو یہ دراصل تغلیبا ہے اس میں حصر حقیقی نہیں، بلکہ مبالغہ کے لئے ہے اور مقصود حفظ نظر کی زیادہ سے زیادہ تاکید کرنا ہے،اس قول کا جو پس منظر ہے وہ ہماری بات کی تائید کرتا ہے، چنانچہ حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے حجروں میں سے کسی حجرہ میں جھانکا، آپ ﷺ اس وقت کنگھی سے سر کھجا رہے تھے،آپ کو پتہ چلا تب آپ نے فرمایا کہ:''**لو أعلم أنک تنظر لطعنت بهافي عينک، إنما جعل الاستئذان من أجل النظر**''(معلوم ہوجاتا ہے کہ تم دیکھ رہے ہوتو میں اس کنگھی سے تمہاری آنکھ میں مار دیتا کہ استئذان دیکھنے کی وجہ سے ہی تو رکھا گیا ہے)۔

تو جب بات یوں ہے اور سیاق بتاتا ہے کہ اصل مقصد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں جھانکنے پر شدت برتنی تھی،تو اس سے معلوم ہوگیا کہ یہاں حصر سے مراد کیا تھی،تو حدیث میں گھروں کی بات سننے سے روکنے کے لئے بھی استئذان ہو اس کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ مقصود تو صرف یہ بتانا تھا کہ نظر ان قوی اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے استئذان مشروع کیا گیا ہے(۲)۔

اور جہاں تک اجازت طلب کرنے کی تعداد کی بات ہے،تو شیخ سایس کہتے ہیں کہ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استئذان میں کسی عدد کی قید نہیں ہے،ایک بار اجازت لی،مل گئی تو داخل ہوگا،اجازت نہیں ملی تو واپس ہوجائے گا،اور کوئی جواب نہیں ملا تو اس کو واپس ہوجانا

۱-(رواہ مسلم فی الصحیح ۳/۱۶۹۸ کتاب الآداب باب تحریم النظر حدیث نمبر ۴۰/۲۱۵۶، والبخاری فی الصحیح ۷/۱۶۸،۹۷، کتاب الاستیذان حدیث نمبر:۶۲۴۱)۔

۲-(تفسیر آیات الاحکام ۳/۱۵۵)۔

چاہئے ،بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اجازت تین بار مانگنی ہے،اس کے بعد بھی اجازت نہیں ملتی تو لوٹنا چاہئے ،البتہ اگر یہ یقین ہو کہ گھر والوں کو آواز نہیں گئی ہے تو اس صورت میں تین سے زیادہ بار اجازت مانگ سکتا ہے،عدد کی حکمت یہ ہے کہ پہلی بار گھر والوں کو سنانے کے لئے ہے،دوسری بار تا کہ وہ تیار ہو جائیں اور تیسری بار میں چاہے اجازت دیں یا رد کر دیں(۱)۔

پھر یہ کہ کیا استئذان صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں، یا عورتوں مردوں سب کے لئے ہے؟ تشریع کے مقصد پر اعتماد کرتے ہوئے شیخ السایس یہ کہتے ہیں کہ آیت میں اسم موصول کا صیغہ مذکر استعمال ہوا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے استئذان نہیں ہے،لیکن جس حکمت کی وجہ سے استئذان مشروع کیا گیا وہ مردوں وعورتوں سب میں پائی جاتی ہے،اس لئے علماء کہتے ہیں کہ آیت میں صیغہ مذکر کا استعمال تغلیبا ہے،جیسا کہ اس قسم کے تمام قرآنی اوامر ونواہی میں دیکھا جا سکتا ہے،لہذا عورت کے لئے بھی استئذان لازم ہوگا،اس لئے کہ لوگوں کو اس سے بھی کراہیت ہو سکتی ہے کہ کوئی عورت ان کے گھر میں جھانکے اور ان کے رازوں کو جانے''(۲)۔

تو آپ صرف ایک مثال میں دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کریم میں مقاصدی غور وفکر کے قول کی بنیاد اور ترجیح کی اساس بنا،خواہ ادب کی طبیعت میں ہو جو کہ حکم ہے، یا اس کے افراد کی تعداد اور مردوں اور عورتوں کے اعتبار سے ان کی جنس کے بارے میں ہو، یا استئذان کے بار بار ہونے میں ہو یا مستاذن کے بینا یا نابینا ہونے میں ہو۔

ششم: غیر مفید چیزوں سے دوری رکھنا:

قرآن کی مقاصدی تفسیر سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے جو اپنی جگہ اہم ہے، کیونکہ مفسرین کسی آیت کی تاویل میں اختلاف کرتے ہیں اور بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایسی چیزوں

۱-(تفسیر آیات الاحکام ۳/ ۱۵۴)۔

۲-(تفسیر آیات الاحکام ۳/ ۱۵۵)۔

میں پڑ جاتے ہیں جن کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اگر انہوں نے مقاصد قرآن کے پیش نظر تفسیر کا اہتمام کیا ہوتا تو ان فضولیات سے بچ سکتے تھے۔

یہی قرآن کا منہج، اسلام کا منہج اور صحابہؓ کا طریقہ تھا کہ وہ مفید چیزوں کا اہتمام ہی رکھتے تھے، ہمارے فقہاء اور ائمہ کا بھی یہی طریقہ تھا، امام دار الہجرہ امام مالک بن انس نا قابل عمل باتوں پر نہ کلام کرتے تھے نہ اس بارے میں دوسروں کا قول نقل کرتے تھے، مثال کے طور پر سورۂ نمل میں آیا ہے:''**وحشرلسليمان جنوده من الجن والإنس والطير فهم يوزعون**'' (سورۂ نمل:۱۷)(سلیمان کے لئے جن وانس اور پرندوں کے لشکر ٹکڑیوں میں جمع کر دیئے گئے تھے)،تو کیا اس میں اس اختلاف کی کوئی ضرورت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کی کتنی تعداد تھی، کیا اتنا ہی کافی نہیں کہ اللہ نے ان کے لئے جنوں انسانوں اور پرندوں کے لشکر مسخر کر دیئے تھے؟ تعداد کو اللہ کے اوپر چھوڑ دیا جائے؟ قرآن کی تعبیر یہ ضرور بتاتی ہے کہ ان کا لشکر بہت بڑا اور لشکر جرار تھا۔

اس کے بعد کی آیت میں ہے:''**حتى اذا أتوا على واد النملة قالت نملة يا أيها النمل ادخلوا مساكنكم لا يحطمنكم سليمان وجنوده وهم لا يشعرون**'' (سورۂ نمل:۱۸)(جب سلیمان کا لشکر وادی نمل سے گذرا تو ایک چونٹی بولی، چونٹیوں! اپنے بلوں میں گھس جاؤ سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند کر نہ چلا جائے)،تو کیا اسمیں ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ وہ چونٹی نر تھی یا مادہ؟ یا اتنا کافی ہے کہ اللہ نے اس چونٹی کے دل میں یہ خیال ڈالا اور اس کو چونٹیوں کی جماعت کی جان بچانے کا سبب بنا دیا، اور یہ کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چونٹی کی بولی کا علم دیا جس کے مطابق آپ ان سے تعامل کرتے تھے، اسی لئے شوکانی نے'' فتح القدیر'' میں لکھا ہے، کہ چونٹی کے نام اور اس سے متعلق موضوع قصوں اور جھوٹی احادیث بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں(۱)۔

۱-(فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر:۱۰۷۵، محمد بن علی الشوکانی دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الرابعہ ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء)۔

جس کے تحت کوئی عمل نہ ہو اس میں پڑنے کی ناپسندیدگی کی وجوہات کے بارے میں شاطبی کہتے ہیں: اور ان کا پسندیدہ نہ ہونا کئی وجوہات سے ہے: اس میں ایک یہ ہے کہ:

نا قابل عمل چیزوں میں پڑنے سے مکلّف جس تکلیفی معاملہ سے اس کا تعلق ہے اس سے اعراض کرے ان چیزوں میں پڑ جاتا ہے جو اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتی، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، آخرت میں اس لئے کہ اس سے ان چیزوں کے بارے میں سوال ہی نہیں ہوگا، امر و نہی کا سوال ہوگا، دنیا میں اس لئے کہ ان باتوں سے نہ اس کی روزی میں کوئی زیادتی ہوگی نہ نقصان۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت یہ بیان کرنے کے لئے آئی ہے کہ کس چیز سے بندے کے احوال دنیا و آخرت میں اکمل و احسن طریقہ پر پورے ہوں گے، تو جس چیز کا اس سے تعلق نہ وہ اس کے خلاف میں ہوگا اور اس کا عمومی تجربہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، چنانچہ ان علوم سے اشتغال رکھنے والوں پر جن سے کوئی تکلیفی فائدہ متعلق نہ ہو عموماً فتنہ داخل ہوتا ہے، اور سیدھے راستہ سے وہ نکل جاتے ہیں(۱)۔

امام محمد رشید رضا نے بھی زور دے کر لکھا ہے کہ بہت ساری موضوع روایتیں آثار اور دوسری چیزیں ہیں جن سے باخبر رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ قاری کو اور طالب قرآن کو اس کے مقاصد اور آیات سے بھٹکا دیتی ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''افسوس کہ تفسیر و علوم القرآن سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں ایسی چیزیں زیادہ ہیں جو قاری کو مقاصد عالیہ اور اس کے بلند ہدایت سے دور کر دیتی ہیں، اس میں اعراب کے مباحث ہیں، نحو کے قاعدے ہیں، علم معانی کے نکتے کی اصطلاحیں ہیں جو طالب قرآن کو قرآن سے روکتی ہیں، اسی طرح اس میں متکلمین کا جدل اصولیوں کی تخریجات، فقہاء مقلدین کے استنباطات، متصوفین کی موشگافیاں، مختلف فرقوں اور مسلکوں کے ایک دوسرے کے خلاف تعصّبات ہیں، اسی طرح روایات کی کثرت ہیں، اسرائیلی

۱-(الموافقات ۱/ ۵۳-۵۴)۔

خرافات ہیں جو طالب قرآن کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں، امام رازی نے اور غضب ڈھایا کہ اس میں ریاضی وطبعی علوم کی وہ چیزیں پھیر دیں جو ان کے زمانہ میں رائج تھیں جیسے یونانی ہیئت وفلکیات وغیرہ، موجودہ زمانہ میں بھی بعض لوگوں نے ان کی تقلید کی ہے، اور آیات کی تفسیر میں جہاں کہیں اس طرح کا کلمہ آیا مثلاً سموات، الارض وہیں ان سے متعلق طویل طویل فصلیں لکھ دیں اور فلکیات نباتات اور حیوانات کی معلومات درج کر دیں جو قاری کو قرآن کے اغراض ومقاصد سے دور لے جاتی ہیں(۱)۔

شیخ رشید رضا تاریخی معلومات کے بارے میں بھی یہی خیال رکھتے تھے، چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم نے کئی بار یہ بیان کیا ہے کہ تاریخ کے واقعات ان کے واقع زمانوں مکانوں وغیرہ کی صحیح معلومات فراہم کرنا یہ قرآن کے مقاصد وموضوعوں میں سے نہیں ہے(۲)۔

ہفتم: مفید چیزوں کا بیان:

مقاصدی نقطہ نظر سے جس طرح قرآن کی تفسیر میں غیر مفید معلومات ولا طائل چیزوں کا بیان کرنا مضر ہے اسی طرح جن چیزوں میں فائدہ ہے جن پر زور دینا اور اہتمام کرنا لازمی ہے ان کو بیان ہونا چاہئے، یعنی مقاصد ایک کسوٹی ہیں جو مفید وغیر مفید نفع بخش ونقصان دہ کو الگ الگ کر دیتی ہیں اور جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ تفسیر میں کس چیز کو لانا چاہئے اور کس کو نہیں۔

اس سلسلہ میں ابن عاشور نے علوم عقلیہ، اخلاقیات کی جزئیات اور آداب بیان کئے ہیں جن میں سے اکثر کو امام غزالی نے ''الاحیاء'' میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے، تو ایسی چیز مفسر بیان کر سکتا ہے جن سے قرآنی مقاصد کی خدمت ہوتی ہو اور دوسرے اسلامی علوم سے ان کا کوئی تعلق ہو۔ جیسے مثال کے طور پر آیت کریمہ: ''**وکلم الله موسی تکلیما**'' (سورۂ نساء: ۱۶۴) (اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا)، اب اس میں متکلمین نے کلام نفسی اور اس کی دلیلوں پر جو کچھ

۱-(تفسیر القرآن الحکیم المسمی تفسیر المنار ۱/ ۸، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب القاہرۃ: ۱۹۹۰ء)۔

۲-(ایضا ۱۲/ ۸۴)۔

ذکر کیا ہے، اور الفاظ قرآن کے بارے میں اہل فن نے کیا کہا ہے وغیرہ ان چیزوں کا ذکر مفسر کرسکتا ہے، اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں معلم اور متعلم کے آداب بیان کئے جاسکتے ہیں، جیسے امام غزالی نے کئے ہیں، ابن عربی کا تو اس بارے میں یہ کہنا ہے کہ انہوں نے اس قصہ سے آداب کے بارے میں آٹھ سو مسائل املا کرائے۔

اسی طرح جیسے انسان کی تخلیق کے بارے میں آیا ہے: "**من نطفة ثم من علقة**" (سورۂ حج:۵) (انسان کا آغاز نطفہ سے پھر علقہ سے ہوا)، تو اس میں علم التشریح سے مزید مسائل ومعلومات کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جو مقصد کے مطابق بھی ہے اور اس سے اللہ تعالی کی قدرت عظیم پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

ابن عاشور نے مقاصد قرآنیہ کو تقویت دینے والے اور علمی مسائل بھی ذکر کئے ہیں جو آیات کے مقاصد سے مناسبت رکھتے ہیں، یا تو یوں کہ آیت کے معنی اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جیسے کہ ارشاد باری تعالی: "**ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا**" (سورۂ بقرہ:۲۶۹)، اب کوئی حکمت کے لفظ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں علوم حکمت، ان کی قسموں اور منافع کو ذکر کردے اور "خیرا کثیرا" سے استدلال کرے تو ایسا کرنا صحیح ہوگا، کیونکہ گرچہ حکمت ایک علمی اصطلاح ہے اور آیت کا معنی اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے، مگر اس کے بیان میں آیت کا اصلی معنی فوت نہیں ہورہا ہے اور حکمت کی جزئیات اس کو مزید تقویت دیتی ہیں تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالی کے قول: "**كي لا يكون دولة بين الأغنياء منكم**" (سورۂ حشر:۷) سے معاشی پالیسی اور عام دولت کی لوگوں میں تقسیم کی تفصیلات اخذ کی جائیں گی، زکوۃ کا وجوب، میراث کی تقسیم اور وہ مالی معاملات جن میں سرمایہ اور عمل دونوں ہوتے ہیں بھی اس میں شامل ہوں گے کہ آیت کریمہ ان سب کی طرف اشارہ کرتی ہے، اسی طرح یوں بھی ہوسکتا ہے کہ بعض علوم کے مسائل کسی آیت سے زیادہ متعلق ہوں، مثال کے طور پر اللہ کا فرمان ہے:

"**لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا**" (سورۂ انبیاء:۲۲) (اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے تو ان دونوں میں فساد برپا ہوجاتا)، اس ارشاد سے برہان تمانع (کئی خداؤں کے نہ ہونے کی دلیل) جیسے اور بھی کلامی مسائل نکلتے ہیں۔

یا مثلاً آیت پاک: "**والسماء بنينا ها بأيد**" (سورۂ ذاریات:۴۷) کے معنی میں أید سے متشابہ کا مسئلہ نکلتا ہے، تو اس کی وضاحت کرنا بھی تفسیر کے مقاصد میں شامل ہوگا، اسی طرح ''سورۂ ق'' میں ارشاد باری تعالی ہے: "**افلم ينظروا إلى السماء فوقهم كيف بنيناها وزيناها ومالها من فروج**" (سورۂ ق:۶) (کیا انہوں نہیں دیکھا کہ آسمان کو ہم نے کیسے ان کے اوپر بنا دیا، اور اسے مزین کر دیا اور اس میں شگاف نہیں رکھے) تو اس سے مراد آسمان کی وہ حالت ہے جو دکھائی پڑتی ہے، اب اگر مفسر علم ہیئت سے مدد لے کر اس کی تفصیل کرے اور اس کے اسباب ووجوہ کو بتائے تو اس سے فہم قرآن کے مقصد میں اضافہ ہی ہوگا۔

امام محمد رشید رضا ہر ایسی چیز کا ذکر پسند کرتے ہیں جو فہم قرآن میں معاون ہو اور قرآن کے اغراض ومقاصد کے ادراک میں اس سے مدد ملتی ہو، وہ فرماتے ہیں:

فہم قرآن کے وسائل میں سب سے زیادہ جس کی ضرورت ہے وہ ہے عربی زبان کے علوم وفنون، اصطلاحات اصول، قواعد اصول جو قرآن سے خاص ہوں، نحو اور معانی و بیان کے اصول، کائنات میں جاری اللہ کے قوانین اور سنن الہیہ، یہ ساری چیزیں وہ ہیں جو قرآن کے فہم میں معاون ہیں (۱)۔

اسی سیاق میں جس چیز کو قرآن کا سائنسی اعجاز کہا جاتا ہے قرآن کی خدمت میں اس کی تحدید بھی ضروری ہے کہ کس حد تک اس سے استفادہ کیا جائے، اس سے استفادہ شروط وضوابط کے ساتھ ہی ہونا چاہئے، بعض معانی کو مزید روشن کرنے اور بعض مقاصد قرآنی کو راسخ کرنے کے لئے اس سے افائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے، اس میں افراط وتفریط نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ

۱-(التحریر والتنویر ۱/ ۳۹-۴۱ طبع بیروت ۲۰۰۰ء)۔

سائنسی تفسیر میں افراط سے اور تفسیر کو سائنسی معلومات سے بھر دینے سے ہم تفسیر کے دائرہ سے باہر نکل جاتے ہیں، قارئین قرآن کے مقاصد سے غافل، بلکہ بعض اوقات تفسیر سے بھی بے زار ہوجاتے ہیں۔

اس طرح دونوں امام ابن عاشور اور امام رشید رضا ان چیزوں کا اضافہ کرتے ہیں جن سے مقصد کو تقویت ملتی ہے اور تفسیری عمل کو مقاصد تفسیر کے مطابق منظّم کیا جاسکتا ہے اور حسن فہم کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں اور اس کی تعمیر کرتی ہیں، اگرچہ ان چیزوں کا براہ راست کوئی تعلق علم تفسیر سے نہ ہو، یا وہ چیزیں ہوں جو طبی یا تجرباتی سائنسی علوم سے تعلق رکھتی ہوں جو سائنٹفک طور پر ثابت ہو چکے ہیں، سائنسی تفسیر کی شرائط کے مطابق ہوں، تاکہ ہم اس میں غلطیوں سے بچ جائیں اور جس کے لئے ثبات واستوار نہ ہو اسے ثابت شدہ نہ سمجھ بیٹھیں، جو صحیح نہ ہو اسے صحیح نہ قرار دے لیں۔

نہم: فقہ اور قرآن پاک میں سنت اور اجتہاد کے فہم کی درستگی:

اس سے قبل ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کتابوں کی کتاب اور دلیلوں کی دلیل، ملت کا سہارا اور حکمت کا سرچشمہ ہے(۱)، اصولی بھی قرآن سے لیتا ہے اور فقیہ بھی، داعی ومبلغ بھی اسی سے رجوع کرتا ہے اور مصلح بھی اسی پر بھروسہ کرتا ہے، اس لئے قرآن پاک کا صحیح فہم ہی ہر میدان میں ہمارے درست فہم کی بنیاد اور اساس ہے۔

قرآن مجید پر اس کے حقائق اور اس کے مقررات کا حقیقی فہم موقوف ہے اس کے مقاصد کی مراتب اور انواع سمیت جانکاری پر، اور قرآن کے عام اور خاص مقاصد اور سورتوں آیات اور کلمات کے مقاصد سے واقفیت کے سوا قرآن کی عظمت اس کی قیمت اور مرتبہ کی

۱-(امام شاطبی فرماتے ہیں: یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن پاک ہی شریعت کا کلیہ ہے، وہی ملت کا سہارا ہے، حکمت کا سرچشمہ ہے، رسالت کی نشانی، آنکھوں کی روشنی اور بصیرت کا نور ہے، اس کے بغیر خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا، اس کے بغیر نجات نہیں، اس کے خلاف کسی بھی چیز سے تمسک نہیں کیا جاسکتا، الموافقات ۴/ ۱۴۴، طبعۃ دار ابن عفان)۔

جانکاری کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، اسی لئے شیخ محمد غزالی کہتے ہیں کہ:

سنت میں ایسے شخص کا مشغول ہونا صحیح نہیں جس نے قرآن کریم کے علوم کو نہ پڑھا ہو اور ان کا خاصہ حصہ نہ پالیا ہو۔

قرآن ہی اسلام کا اصل دستور ہے اور وہی مسلمان کے لئے پوری دقیقہ رسی کے ساتھ اس کے واجبات وحقوق کی تحدید کرتا ہے اور اس سے متعلق جو ذمہ داریاں ہیں ان کو ترتیب دیتا ہے، اس کی زندگی میں عبادات کو صحیح ڈھنگ سے مرتب کرتا ہے کہ ایک عبادت دوسری عبادت پر غالب نہیں آتی، اور عبادتیں زندگی میں مسلمان کے عمل اور مرتبہ پر غالب نہیں آتیں، جو آدمی قرآن پاک سے ان حقائق کو لینے سے عاجز آ گیا اس کو کسی صورت میں اس کا بدل نہیں مل سکتا، قرآن کے بغیر اس کے ذہن میں اسلام کی جو بھی تصویر بیٹھے گی اس میں بہت کچھ اختلاف ہوگا نسبتوں اور رنگوں کا، اس لئے اکابر صحابہؓ اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ دلوں میں قرآن پاک کا درجہ پہلا رہے اور یہ بات مضبوطی سے ذہنوں میں بیٹھ جائے کہ قرآن کریم کے درجہ میں کوئی دوسری چیز نہیں ہے.....اس کے بعد درجہ آتا ہے مروی سنتوں کو صحیح طور پر سمجھنے کا، لہذا جو آدمی فہم قرآن سے عاجز رہ گیا اس کے لئے زیادہ بہتر ہے کہ وہ منہ میں اپنی زبان بند ہی رکھے اور یوں نہ کہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....اس کے بعد وہ ایسی حدیث بیان کردے کہ اس کا مقصود ہی نہ جانتا ہو(۱)۔

لہذا اگر سنت میں قرآن کا یہ مقام ہے اور قرآن میں سنت کی یہ جگہ ہے تو اس سے یہ اصول نکلتا ہے کہ سنت پر فہم قرآن مقدم ہوگا، اور قرآن کا فہم تبھی حاصل ہوگا جب اس کے مقاصد کا فہم ہو اور اس کے اغراض ومقاصد سے واقفیت ہو، اور مقاصد کے فہم پر اگر قرآن کا فہم منحصر ہے تو اس سے سنت کو سمجھنے میں بھی ہمیں بہتر رہنمائی ملے گی اور اگر سنت کے بارے میں ہماری سوچ درست ہوجائے گی تو اس کا اثر اسلامی فقہ، اس کے احکام، اجتہاد اور نوازل نیز نئے

۱-(فقہ السیرۃ:۳۹-۴۱، محمد الغزالی السقا، دار القلم، دمشق الطبعۃ الاولی ۱۴۲۷ھ)۔

مسائل پر بھی پڑے گا۔

اس لئے کہ قرآن کتابوں کی کتاب اور دلیلوں کی دلیل ہونے کی حیثیت سے شریعت اور اس کے قضایا کا بہتر تصور دیتا ہے، کیونکہ فقہی تفسیر کرنے والوں کے لئے احکامی آیات تقریباً ۵۰۰ ہیں اور یہ فقہی آیات فقہ کے تمام ابواب پر حکومت کرتی ہیں، اس لئے ناگزیر ہے کہ مقاصد کی روشنی میں قرآن کا فہم ان آیات احکام میں بھی منعکس ہو، اور فقہی احکام کی رہنمائی اور ان کو درست رکھنے میں یہ آیات احکام مؤثر ہوں، اور کسی بھی موضوع میں قرآن کو مقاصد کی روشنی میں قائم کرنے سے وہ فقیہ و مجتہد کا سورس اور مرجع بن جائے، اسی سے وہ آغاز کرے، اور اسی پر اس کا بھروسہ ہو۔

صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ مقاصد قرآن کی روشنی میں آیات احکام اور قرآن پاک کا فہم فقہ اسلامی کے فہم میں تجدید برپا کردے گا، بلکہ ہمیں فقہی احکام کو برتنے کا ایک جدید منہاج بھی دے گا، اور ان اشکالات کو بھی حل کرے گا جو ہماری علمی میراث میں موجود ہیں جنہوں نے فقہی موضوعات کو برتتے ہوئے مقاصد قرآن سے استفادہ نہیں کیا، جیسا کہ وہ نئے مسائل کے لئے شرعی احکام تک پہنچنے میں ہمارا راستہ بھی مختصر کردے گا۔

اسی وجہ سے میں نے اہل علم کو دعوت دی اور اب بھی دے رہا ہوں کہ وہ تفسیر مقاصدی کے علاوہ ایک اور ریسرچ پراجیکٹ پر کام کریں، جس میں قرآن کریم کی آیات احکام کے تتبع وتحدید کے بعد موضوعی طور پر ان کے مضامین پر بحث ہو اور ان کے مقاصد کا استنباط کیا جائے۔

اس ریسرچ پروجیکٹ کا نہ صرف قرآن کریم کے فہم کی تجدید میں خاطر خواہ اثر ہوگا، بلکہ سنت نبویہ کے فہم اور آیات احکام سے فقہی موضوعات و مضامین کے فہم میں بھی درستگی پیدا ہوگی اور نئے نئے فقہی مسائل اور نوازل میں صحیح اجتہاد کی طرف بھی اس سے رہنمائی ملے گی۔

دہم: قرآن کریم سے نکلے ہوئے علوم کی تحدید وضابطہ بندی:

یہ معلوم ہے کہ قرآن کریم کی خدمت کے لئے اس کے حسن فہم اور اس کی ہدایات

وارشادات کو واضح کرنے کے لئے بہت سے علوم پیدا ہوئے، ان میں لغت عربی کے علوم، علوم القرآن جن میں اہم تر علم تفسیر ہے، یہ علوم قرآن کے اردگرد اُگے، اس کے کناروں پر انہوں نے نشوونما پائی، ان پر کئی صدیاں بیت چکی ہیں، جس سے ان میں نظر ثانی کرنے، ان کی راہ کو درست کرنے اور ان کے کاموں کی تقسیم اور ایویلویشن کی ضرورت پیش آ چکی ہے کہ یہ علوم پھر سے اپنی آب وتاب حاصل کریں، چستی کی طرف لوٹیں، اپنے وظائف ادا کریں اور اپنے اغراض ومقاصد کو پورے کریں۔

یہ اسی وقت ہو سکے گا جب ان علوم کے مقاصد کو بلند کیا جائے، ان کو حکم بنایا جائے، سربراہی قرآن کے مقاصد کو دی جائے جس کے مقاصد سے تمام علوم کے مقاصد کا محاکمہ ہم پر ضروری ہے، چنانچہ اگر وہ ایک دوسرے کی مددگار ہوں اور ان میں ہم آہنگی ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ ان علوم کو دوبارہ مراجعت کی ضرورت ہے، تاکہ ان کو ان کا صحیح مقام ملے اور یہ اپنے مقاصد ووظائف پورے کر سکیں۔

لہذا اگر علوم عربیت اور علوم بلاغت جو قرآن کی خدمت کے لئے پیدا ہوئے تھے اگر قرآن کے اسالیب اور اس کی بلاغت تعبیر، اس کے نظم اور اس کی عبارت کی عظمتوں کے حق ادا نہ کر رہے ہوں اور قرآن کے اعجاز لغوی وبلاغی کو بیان کرنے سے قاصر ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان علوم میں اور ان کو برتنے کے منہاج میں نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

ان علوم کے قلب میں علم تفسیر ہے، کیونکہ آج وہ قرآن کے مقاصد، اس کی ہدایات کے بیان اور اس کے انوار وبرکات کو جلا بخشنے پر قادر نہیں رہ گیا کہ امت کو اس سے فائدہ ہو، اس لئے ضروری ہے کہ علماء اس علم کی تجدید کریں، اور متخصصین اس کی تجدید کریں، تاکہ وہ پھر سے اپنا کردار ادا کر سکیں۔

اسی لئے علماء تفسیر میں سے بہت سے لوگ موضوعی تفسیر(۱) کو اختیار کر رہے ہیں، اس

۱-(موضوعی تفسیر کے فائدوں کے لئے ملاحظہ کیجئے: محاضرات فی التفسیر الموضوعی ۲۵-۳۰، از شیخ، دکتور عبدالستار فتح اللہ سعید)۔

سے یہ ہوگا کہ عصر حاضر سے ہم آہنگ طریقہ پر قرآن کے اعجاز کو بیان کیا جاسکے گا، کیونکہ قرآن کریم میں اتنے موضوعات موجود ہیں کہ کسی عالم کے حاشیہ خیال میں نہیں آسکتے، اور ہر موضوع قرآن پاک کے اپنے بارے میں ایک تصور کی تشکیل کرسکتا ہے۔

اس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ اس تفسیر سے مسلمانوں کی عصری ضرورت پوری ہوگی، اور قرآن پاک اتنے مضامین اور موضوعات اپنے اندر رکھتا ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں کی خاص اور عام انسانوں کی ہر ضرورت کو وہ پوری کرسکتا ہے۔

اور جبکہ مقاصد قرآن علوم کے مقاصد کی تجدید کرتے ہیں اور علوم کے مقاصد ان کی تجدید کے لئے ایک معیاری ضابطہ فراہم کرتے ہیں جو ان میں حاکم بھی ہوگا اور لائق ترجیح پہلوؤں کی تحدید کرے گا، ساتھ ہی وہ ان علوم میں سے ہر علم کے لئے ایک ضابطہ فراہم کرتے ہیں جو اس کے راستہ کا تعین کرے گا، یہ بتائے گا کہ کس چیز کو مقدم اور کس کو مؤخر کیا جائے، کس پہلو میں توسع اختیار کیا جائے اور کس میں تنگی، کس کو چھوڑ دیا جائے اور کس کو لیا جائے، جس چیز سے اہداف اور غایتوں کو پورا کیا جائے اس کو داخل کیا جائے اور جس میں کوئی فائدہ وثمرہ نہ ہو اس کو دور کیا جائے۔

یوں جب ہم مقاصد قرآنیہ کو حکم بنادیں گے تو وہ علم کی تجدید کریں گے، قرآن کی خدمت بجالائیں گے اور ان سے دین ودنیا کے علوم کی تجدید ہوگی۔

یہ وہ اہم ترین مقاصد واغراض ہیں جو ہمیں اس وقت حاصل ہوں گے جب ہم قرآن پاک کے ساتھ مقاصد کے نقطہ نظر سے تعامل کریں گے، ممکن ہے کہ اس موضوع پر تحقیق وتدبر اور غور وفکر سے کچھ اور مقاصد بھی سامنے آئیں۔

خاتمہ:

قرآن کریم کی تفسیر مقاصدی کے موضوع کا ہم نے جو سرسری سا جائزہ لیا ہے اس سے مفسر قرآن کے لئے اس کی اہمیت کھل کر سامنے آئی، اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی اس کی

اہمیت واضح ہوئی جو قرآن پاک سے تعلق رکھنے والے علوم سے کسی نہ کسی پہلو سے وابستہ ہیں، اس مقالہ میں تفسیر کے اس قسم کے منہج یا رجحان کے بارے میں ایک بنیادی تشکیلی نظریہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس میں اس کا معنی بیان کرنے کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تفسیر کی دوسری انواع کے ساتھ اس کا رشتہ کیا ہے، اور مقاصدی تفسیر کا اس میں کیا مقام ہے، اس کی انواع بتائی گئی ہیں، تشکیلی عناصر کی تحدید ہوئی، ضوابط بتائے گئے، نیز اس کے فائدے اور غایات بتائی گئیں، ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں قرآن کے علوم سے شغف رکھنے والوں کے لئے عموما اور علوم تفسیر کا ذوق رکھنے والوں کے خصوصا بہت زیادہ فائدہ کی ہیں۔

اب جو چیز رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر مقاصدی کے پروجیکٹ کو لے کر کچھ خادمان قرآن اٹھیں اور امت کے لئے وہ خدمت انجام دیں جس سے اس زمانہ میں امت دنیا میں اپنا پیغام پہنچائے، قوموں کی قیادت کرے اور محض دعوی اور امید میں نہیں حقیقت اور واقعیت میں دنیا والوں کے لئے حق کی شہادت کا رول ادا کرے۔

آخر میں اس مقالہ میں جو کوتاہیاں رہ گئی ہوں گی، ان کے لئے معذرت کرنے کے لئے میں ابن خلدون کے وہ الفاظ نقل کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے اپنے مشہور عالم مقدمہ میں لکھے ہیں(۱)، اور کیا ہی خوب کہا ہے: ''ہم نے تمدن کے مزاج وحالات میں جتنی توفیق ہوئی لکھ دیا ہے، ہوسکتا ہے ہمارے بعد کوئی ایسا آئے جسے فکر صحیح اور علم مبین کا زیادہ حصہ ملا ہو، اور وہ ان مسائل میں ہم سے زیادہ گہرائی سے کلام کر سکے، کہ جو آدمی کسی علم کی ابتدا کرتا ہے وہ اس کے سبھی جوانب کا احاطہ نہیں کرسکتا، اس پر تو اس علم کا مقام واضح کرنا، اس کی اقسام بیان کرنا اور اس کی مہمات فن کو بیان کر دینا ہوتا ہے، پھر بعد میں آنے والے اس میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کمال کو پہنچتا ہے۔ **واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔**

۱-(مقدمہ: ۳/ ۱۲۱۳ تحقیق ڈاکٹر علی عبدالواحد)۔

اہم مراجع ومصادر

۱- اثر المقاصد فی حصر الخلاف عند الامام الشاطبی، نجیبہ رحمانی، مخبر الدراسات الشرعیہ، جامعۃ الامیر عبدالقادر للعلوم الاسلامیۃ، قسنطینہ، الجزائر، شمارہ چار صفر ۱۴۲۶ھ، مارچ ۲۰۰۵ء۔

۲- إحکام الأحکام شرح عمدۃ الاحکام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع القشیری المعروف ابن دقیق العید، تحقیق: مصطفیٰ شیخ مصطفیٰ، ومدثر سندس، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، پہلا ایڈیشن ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء۔

۳- الإحکام فی اصول الأحکام، ابن حزم الاندلسی، دار الآفاق الجدیدۃ طبع دوم، بیروت اور دار الحدیث ایڈیشن القاہرہ پہلا ایڈیشن ۱۴۰۴ھ۔

۴- الأساس فی التفسیر سعید حوی، دار السلام للطباعۃ والنشر والتوزیع، القاہرۃ، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۵- الأشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان مؤلفۃ زین الدین ابراہیم بن نجیم، دار الکتب العلمیۃ پہلا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۶- الاعتصام لأبی اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی، اس کے نصوص کی تحقیق تقدیم وتعلیق وتخریج احادیث مشہود بن حسن آل سلمان نے کی ہے، مکتبہ التوحید، د، ط، د، ت۔

۷- اعلام المؤقعین، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن قیم الجوزیۃ تحقیق طہ عبدالرؤوف سعد، دار الجیل۔

۸- أہداف کل سورۃ ومقاصدھا فی القرآن الکریم، د، عبداللہ شحاتۃ طبعۃ الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب القاہرۃ، ۱۹۷۶ء۔

۹- البدایۃ فی التفسیر الموضوعی، د، عبدالحیٔ الفرماوی، طبع دوم ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء۔

۱۰- البرہان فی علوم القرآن، بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہاد رالزرکشی، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم داراحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی اینڈ کمپنی پہلا ایڈیشن ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء۔

۱۱- بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب شمس الدین ابو الثناء محمود بن عبد الرحمٰن بن احمد الاصفہانی تحقیق: ڈاکٹر محمد مظہر بقاء معہد البحوث العلمیۃ واحیاء التراث الاسلامی، مرکز احیاء التراث الاسلامی مکہ مکرمہ پہلا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۲- التحریر والتنویر محمد الطاہر ابن عاشور، تونسی ایڈیشن اور بیروت ایڈیشن ۲۰۰۰ء۔

۱۳- التصویر الفنی فی القرآن، سید قطب دار الشروق، القاہرۃ، الطبعۃ السابعۃ عشر ۱۴۲۵ھ- ۲۰۰۴ء۔

۱۴- تفسیر القرآن الحکیم المسمی (تفسیر المنار) الہیئۃ المصریہ العامۃ للکتاب، القاہرۃ ۱۹۹۰ء۔

۱۵- التفسیر الموضوعی بین النظریۃ والتطبیق مؤلفہ صلاح عبد الفتاح الخالدی دار النفائس طبع سوم ۱۴۳۳ھ- ۲۰۱۲ء۔

۱۶- التفسیر الموضوعی للقرآن الکریم، شیخ محمد الکومی ومحمد قاسم، طبع اول ۱۴۰۲ھ- ۱۹۸۲ء۔

۱۷- تفسیر آیات الاحکام بشرح شیخ محمد علی السایس اور تحقیق طہ عبد الرؤف سعد المکتبۃ الازہریۃ للتراث ۲۰۰۰ء۔

۱۸- التناسق الموضوعی فی السورۃ القرآنیۃ تالیف محمد بن عمر بن سالم بازمول، د،ت، د،ت۔

۱۹- التوقیف علی مہمات التعاریف، زین الدین عبد الرؤف المناوی، عالم الکتب، القاہرہ، طبع اول: ۱۴۱۰ھ- ۱۹۹۰ء۔

۲۰- الجامع لأحکام القرآن، ابوعبد اللہ القرطبی، تحقیق: ہشام سمیر البخاری، دار عالم الکتب الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۲۱- جہود الامۃ فی مقاصد القرآن الکریم، ڈاکٹر احمد الریسونی، یہ وہ مقالہ ہے جو انہوں نے قرآن کریم اور اس کے علوم پر تحقیق کرنے والوں کی پہلی عالمی مؤتمر میں پیش کیا تھا، اس کا موضوع تھا: جہود الامۃ فی خدمۃ القرآن الکریم وعلومہ، جو ۱۰-۱۱-۱۲ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۴، ۱۵، ۱۶ اپریل ۲۰۱۱ء کو فاس شہر مراکش میں منعقد ہوئی تھی۔

۲۲- الرسالہ الامام محمد بن ادریس الشافعی، دار التراث۔

۲۳- زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ابن قیم الجوزیۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مکتبہ المنار الاسلامیۃ الکویت ۲۷ واں ایڈیشن ۱۴۱۵ھ- ۱۹۹۴ء۔

۲۴- سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ القزوینی۔

۲۵- سنن ابی داؤد، ابوداؤد السجستانی۔

۲۶- صحیح ابن حبان، الامام ابن حبان۔

۲۷- صحیح البخاری، الامام محمد بن اسماعیل البخاری۔

۲۸- صحیح مسلم امام مسلم بن الحجاج۔

۲۹- علم مقاصد السور، ڈ محمد الربیعۃ، طبع اول ۱۴۲۳ھ-۲۰۱۱ء۔

۳۰- فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، محمد بن علی الشوکانی، دار المعرفۃ بیروت، طبع چہارم ۱۴۲۸ھ- ۲۰۰۷ء۔

۳۱- الفکر المقاصدی قواعدہ وفوائدہ، ڈاکٹر احمد الریسونی، دار الہادی، بیروت طبع اول ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۳۲- فی ظلال القرآن، سید قطب، دار الشروق القاہرہ۔

۳۳- فیض القدیر شرح الجامع الصغیر من احادیث البشیر النذیر، محمد عبد الرؤف المناوی ضبط وتصحیح احمد عبد السلام دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴۔

۳۴- القاموس المحیط مجد الدین ابی طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر الشیر ازی

الفیر وزآبادی۔
۳۵- قواعدالأحکام فی مصالح الأنام تحقیق: محمود بن التلامیذ الشنقیطی، دارالمعارف، بیروت لبنان تاریخ ندارد طبع مؤسسۃ الریان۔
۳۶- قواعد الفقہ لمحمد عمیم الاحسان البرکتی، دارالصدف پبلشرز کراچی، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۶ء۔
۳۷- لسان العرب لابن منظور الافریقی، دارصادر بیروت، طبع سوم ۱۴۱۴ھ۔
۳۸- مجموع الفتاوی تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی تحقیق: انور الباز۔ عامر الجزار، دارالوفاء المنصورۃ طبع سوم ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔
۳۹- محاضرات فی التفسیر الموضوعی، شیخ ڈاکٹر عبدالستار فتح اللہ سعید، دارالنداء استنبول طبع اول ۲۰۱۴ء۔
۴۰- المحیط فی اللغۃ اسماعیل بن عباد بن العباس، ابوالقاسم الطالقانی، المشہور بہ الصاحب بن عباد۔
۴۱- مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین، محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی، ابو عبداللہ تحقیق محمد حامد الفقی دارالکتاب العربی، بیروت طبع سوم ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء۔
۴۲- المدخل إلی التفسیر الموضوعی، استاذ محترم ڈاکٹر عبدالستار فتح اللہ سعید۔
۴۳- مدخل إلی مقاصد الشریعۃ ڈاکٹر احمد الریسونی، دار الامأن الرباط، اور دار السلام القاہرۃ، طبع اول ۱۴۳۱ھ-۲۰۱۰ء۔
۴۴- المستدرک الحاکم النیساپوری۔
۴۵- مصابیح الدرر فی تناسب آیات القرآن الکریم والسور، ڈاکٹر عادل بن محمد ابوالعلاء کا مقالہ: الجامعۃ الاسلامیۃ المدینۃ المنورۃ، شمارہ ۱۲۹-سنۃ ۳۷-۱۴۲۵ھ۔
۴۶- مصاعد النظر للإشراف علی مقاصد السور، برہان الدین البقاعی، تحقیق ڈاکٹر عبدالسمیع

محمد حسنین، مکتبہ المعارف، الریاض طبع اول ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷ء۔
۴۷- المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، احمد بن محمد بن علی الفیومی ثم الحموی۔
۴۸- معالم أصول الفقہ عند أہل السنۃ والجماعۃ محمد بن حسین بن حسن الجیزانی، دار ابن الجوزی طبع خامس ۱۴۲۷ھ۔
۴۹- معرکۃ الوجود بین القرآن والتلمود، استاذ گرامی علامۃ عبد الستار فتح اللہ سعید طبع دوم ۱۴۰۲ھ۔
۵۰- معیار العلم فی فن المنطق ابو حامد الغزالی، شرح احمد شمس الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان طبع دوم ۲۰۱۳ء۔
۵۱- مقاصد الأحکام الفقہیۃ تاریخہا ووظائفا التربویۃ والدعوۃ، ڈاکٹر وصفی عاشور ابو زید، وزارۃ الأوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت شمارہ ۵۶ روافد سیریز، طبع اولی ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء۔
۵۲- المقاصد الجزئیۃ ضوابطہا حجیتہا وظائفہا واثرہا فی الاستدلال الفقہی، ڈاکٹر وصفی عاشور ابو زید، دار المقاصد القاہرۃ، طبع اول ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء۔
۵۳- مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ محمد الطاہر ابن عاشور، طبع دار السلام۔
۵۴- مقاصد القرآن من تشریع الأحکام ڈاکٹر الحامدی، دار ابن حزم بیروت طبع اول ۱۴۲۹ھ-۲۰۰۸ء۔
۵۵- مقاصد المقاصد ڈاکٹر احمد الریسونی طبع دار النداء استنبول ۲۰۱۴ء۔
۵۶- من تراث الإمام البناء، الکتاب الثانی: التفسیر، جمعہ أمین عبد العزیز، دار الدعوۃ، الاسکندریۃ طبع اول ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵ء۔
۵۷- الموافقات امام شاطبی، تحقیق مشہور بن حسن آل، سلمان دار ابن عفان الطبعۃ الاولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔
۵۸- النبأ العظیم نظرات جدیدۃ فی القرآن الکریم، ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز، دار الثقافۃ، الدوحۃ

۱۹۸۵ء، دوسرا ایڈیشن، باہتمام احمد مصطفیٰ فضلیہ تقدیم ڈاکٹر عبد العظیم ابراہیم المطعنی دار القلم للنشر والتوزیع، اضافہ وتحقیق شدہ ایڈیشن ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵ء۔

۵۹- نحو تفسیر سننی للقرآن الکریم، ڈاکٹر رمضان خمیس زکی الغریب دار المقاصد القاہرۃ طبع اول ۲۰۱۵ء۔

۶۰- نحو تفسیر موضوعی لسور القرآن الکریم، محمد الغزالی، دار الشروق، القارۃ طبع چہارم ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء۔

۶۱- نظرات فی التربیۃ والسلوک مقالات امام حسن البناء جمع وترتیب عصام تلیمہ۔

۶۲- نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، برہان الدین البقاعی تحقیق عبد الرزاق غالب المہدی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء۔

۶۳- ہذا الدین سید قطب، دار الشروق، القاہرہ، سترہواں ایڈیشن ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱ء۔

مصنف کے شخصی کوائف

نام: وصفی عاشور علی ابوزید

-قرآن پاک کا حفظ بروایت حفص عن عاصم کیا۔

-اصول فقہ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کی ڈگری حاصل کی اور مقاصد شریعت میں بھی لبنان کی جامعہ طرابلس سے، جبکہ مکہ اوپن یونیورسٹی سے پروفیسر کی۔

-جولائی ۲۰۱۱ء میں دارلعلوم کالج جامعۃ القاہرۃ سے ڈاکٹریٹ کیا، جس میں پہلی پوزیشن ملی اور پی ایچ ڈی مقالہ کا عنوان تھا، المقاصد الجزئیۃ وأثرہا فی الاستدلال الفقہی، دراسۃ تأصیلیۃ تطبیقیۃ، بعض جرائد اور پورٹلز نے اس تھیسس اور اس پر ہونے والے مناقشہ کے بارے میں بھی لکھا۔

-مارچ ۲۰۰۵ء میں کالج دارالعلوم جامعۃ القاہرۃ سے فقہ واصول میں ایم اے کیا، ایم اے کے مقالہ کا عنوان تھا۔نظریۃ الجبر فی الفقہ الاسلامی دراسۃ تأصیلیۃ تطبیقیۃ جب اس مقالہ پر مناقشہ ہوا تو مصری میڈیا نے اس پر لکھا، نیز جب یہ کتابی شکل میں سامنے آیا تب بھی میڈیا میں اس پر تبصرے آئے۔

-۱۹۹۹ء میں اسی فیکلٹی اور اسی یونیورسٹی سے پری ماسٹرز کی ڈگری لی۔

-۱۹۹۷ء میں اسی کالج اور اسی یونیورسٹی سے عربی زبان اور علوم اسلامیہ میں بی اے کیا۔

-کتب سنت اور مصطلح الاحدیث جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند دارمی، الاربعون النوویۃ، مالایسمع المحدث جہلہ، الفیۃ الحدیث للعراقی، المنظومۃ البیقونیۃ جس کی شرح زرقانی نے کی ہے، الفیۃ الحدیث للسیوطی، غرامی کا قصیدہ 'صحیح' جس کی شرح ابن عبدالہادی نے کی ہے،

کتاب الاربعین فی فضائل الصحابۃ، کتاب الاربعین فی فضائل آل البیت وغیرہ میں سند واراجازتیں حاصل کی ہیں۔

-علوم شرعیہ میں حضرت یوسف القرضاوی سے علوم شرعیہ میں اجازت حاصل کی، اور ان کی کتابیں پڑھانے کی بھی دوسری اجازت حاصل کی۔

-۲۰۰۴ء میں کویت کی وزارت اوقاف نے ان کی تکریم کی کہ کویت کے مجلۃ الوعی الاسلامی والعالمی للوسطیۃ کے لئے ۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۱ء تک مسلسل بہترین لکھنے والا ان کو قرار دیا، اور انہوں نے ایشیائی افریقی اور یوروپی ممالک میں داعیوں ومبلغوں کے وفود کے سامنے ورکشاپ میں بعض لیکچرز دیئے، نیز علماء المستقبل کے پروگرام میں ان کی کوششوں کو سراہا۔

-دس سے زائد مخصوص عالمی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی اور ان میں بہترین مقالات پیش کئے۔

-پروفیسر شپ حاصل کرنے کے لئے ،مقالات کی ایویلوشن کے لئے کئی یونیورسٹیوں میں ایکسپرٹ ہیں۔

-کئی عالمی مجلوں میں علمی مقالات کو جانچنے کے لئے ایکسپرٹ ہیں۔

-کئی یونیورسٹیوں میں شریعت اسلامی کے علوم پڑھائے۔

-فقہ، اصول اور مقاصد شریعت کے لئے ایم اے کی کئی مقالوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔

-اصول فقہ، قواعد فقہیہ، مقاصد شریعت اور اسلامی دعوت پر متعدد ملکوں میں دسیوں لیکچرز اور محاضرے پیش کئے۔

-کئی ٹی وی چینلوں میں ان کے ٹی وی پروگرام ہوتے ہیں۔

-مختلف اخبارات ورسائل اور پورٹلوں نے فقہ، اصول مقاصد شرع، اور تربیت و دعوت، نیز عمومی موضوعات پر ان کے سینکڑوں مضامین شائع کئے۔

-اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے رکن۔
-علماء کی عالمی انجمن کی سیکٹریٹ کے ممبر۔
-انجمن علماء اہل سنت کی سیکریٹریٹ اور عاملہ کے رکن۔
-علماء کی عالمی انجمن میں تحقیقاتی کمیٹی کے رکن۔
-انجمن علماء اہل سنت کے شعبہ علمی کے صدر۔
-مجلّہ المسلم المعاصر کے ادارتی بورڈ کے رکن۔
-الجزائر کی جامعہ اسلامیہ میں مجلۃ مخبر الدراسات العقدیۃ ومقارنۃ الادیان کے مشاورتی بورڈ کے رکن۔
-رابطہ تلامیذ القرضاوی کے بانی ورکن۔
-المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیۃ میں فقہی انسائیکلو پیڈیا کمیٹی کے ممبر رہے (۲۰۱۲ء-۲۰۱۳ء)۔
-المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیۃ میں اصول فقہ و مقاصد الشریعۃ کمیٹی کے ممبر رہے(۲۰۱۲ء-۲۰۱۳ء)۔
-انجمن علماء مسلمین کی مشاورتی کمیٹی کے رکن۔
-اساتذہ کو گریڈ دینے والے پیپرز کے لئے ایکسپرٹ۔
-اسلام آن لائن سائٹ کے دعوتی وایمانی مشاورت کار۔
-بیرون ملک کے لئے ہیئۃ علماء فلسطین کے مشاورتی بورڈ کے صدر۔
-اسلام الیوم سائٹ کے لئے ایمانی اور دعوتی کنسلٹنٹ۔
-۲۰۰۶ء سے الجمعیۃ الفلسفیۃ المصریۃ کے رکن۔
-المرکز العالمی للوسطیۃ میں شرعی محقق رہے، ۲۰۰۶ سے ۲۰۱۲ء تک۔
-المرکز العالمی للوسطیۃ میں شرعی اصول سازی کی یونٹ کے ڈائریکٹر رہے ۲۰۰۹ء میں۔

-عربی یونین برائے الیکٹرانک میڈیا کے رکن۔

-علماء یونین کی ترکی برانچ کی عاملہ کے رکن۔

-معہد بناء لاعداد العلماء کے علمی نگراں ۲۰۱۲-۲۰۱۳ اور پھر ۲۰۱۵ء تک۔

-اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے زیر اہتمام القواعد الفقہیہ گائڈ تیار کرنے میں حصہ لیا۔

-عالمی بناء اکیڈمی برائے اعداد العلماء کی سیکریٹریٹ کے رکن۔

-مملکت سعودی عرب کے مدونۃ الاسرۃ (عائلی قوانین کا مجموعہ) تیار کرنے میں حصہ لیا (یہ پروجیکٹ دنیوی عربی قوانین اور فقہ حنبلی کی روشنی میں خاندان سے متعلق قانون سازی کا پروگرام ہے)۔

-سلطنت عمان کی وزارت الاوقات والشئون الاسلامیۃ کی نگرانی میں فقہ اباضی کے انسائیکلوپیڈیا کی تیاری میں حصہ لیا۔

-اسلام آن لائن پر اور سائٹ اسلام الیوم پر دس سے زائد فقہی ایمانی اور دعوتی سوالوں کا جواب دیا۔

-اساتذہ و محققین کی پندرہ سے زیادہ کتابوں پر مقدمے لکھے۔

تصنیفات وتالیفات:

۱-نظریۃ الجبر فی الفقہ الاسلامی دراسۃ تأصیلیۃ تطبیقیۃ (ایم اے کا مقالہ) شائع کردہ دار السلام القاہرہ، ۲۰۰۷۔

۲-الحریۃ الدینیۃ ومقاصدہا فی الاسلام شائع کردہ دار السلام قاہرہ، ۲۰۰۸۔

۳-فی ظلال سید قطب لمحات من حیاتہ واعمالہ ومنہجہ التفسیری شائع کردہ دار صوت القلم العربی القاہری، ۲۰۰۹ء۔

۴-مشارکۃ المرأۃ في العمل العام تعریفات، ضوابط، مقاصد، شبہات اور چیلنج، کارگاہ عمل میں عورتوں کی شرکت کے نمونے، میدان و معینہ دور، شائع کردہ شرکۃ منارات قاہرہ،

۲۰۱۰ء۔

۵-المحاولات التجدیدۃ المعاصرۃ فی اصول الفقہ دراسۃ تحلیلیۃ، شائع کردہ دارصوت القلم العربی القاہرہ،۲۰۰۹ء۔

۶-رعایۃ المقاصد فی منہج القرضاوی شائع کردہ دارالبصائر القاہرہ۲۰۱۱ء۔

۷-کلمات فی صناعۃ الداعیۃ الفقہیہ، شائع کردہ وزارۃ الاوقاف الکویت، المرکز العالمی للوسطیۃ بضمن سلسلۃ الأمۃ الوسط۲۰۱۱ء۔

۸-منہج الشیخ محمد الغزالی فی تناول العقیلۃ، شائع کردہ،دار البشیر للثقافۃ والعلوم القاہرۃ۲۰۱۵ء۔

۹-اہمیۃ القرآن فی حیاۃ المسلم، انٹرنیٹ پردستیاب پورٹل شبکۃ مشکاۃ الاسلامیۃ ۱۴۳۱ھ۔

۱۰-اسس التعامل مع القرآن الکریم، انٹرنیٹ پردستیاب پورٹل شبکۃ مشکاۃ الاسلامیۃ۱۴۳۱ھ۔

۱۱-الجہاد فی سبیل اللہ، مقاصد وآثار انٹرنیٹ پردستیاب شبکۃ الالوکۃ ویب سائٹ ۲۰۱۵ء۔

۱۲-معالم الوسطیۃ فی الوقایۃ من العنف والتطرف، انٹرنیٹ پر پبلش ہوئی،صید الفوائدویب سائٹ۱۴۳۵ھ۔

۱۳-القرضاوی الامام الثائر دراسۃ تحلیلیۃ اصولیۃ فی معالم اجتہادہ للثورۃ المصریۃ، شائع کردہ دارسلطان للنشر والتوزیع امریکہ۲۰۱۱ء۔

۱۴-مقاصد الاحکام الفقہیہ تاریخہا ووظائفہا التربویہ والدعویہ، شائع کردہ کویت کی وزارت اوقاف،سلسلہ روافد۲۰۱۲ء۔

۱۵-الوحدۃ الوطنیۃ فی الاسلام مفہومہا،ضوابطہا مقاصدہا شائع کردہ دار المقاصد

للنشر والتوزیع القاہرۃ ۲۰۱۵ء۔

۱۶-حفظ الاسرۃ مقصدا شرعیا قراءۃ فی التدابیر الشرعیۃ لاقامتہا واستمرارھا، شائع کردہ دارالمقاصد للنشر والتوزیع القاہرہ ۲۰۱۵ء۔

۱۷-المقاصد الجزئیۃ ضوابطہا حجیتہا وظائفہا، اثرھا فی الاستدلال الفقہی، (ڈاکٹریٹ کا مقالہ) شائع کردہ دارالمقاصد للنشر والتوزیع القاہرہ ۲۰۱۵ء۔

۱۸-الآراءالأصولیۃ للدکتور محمد عمارۃ قراءۃ تحلیلیۃ نقدیۃ شائع کردہ مجلۃ الدراسات الاسلامیۃ الجامعۃ العالمیۃ الاسلامیۃ اسلام آباد پاکستان، ۲۰۱۳ء۔

۱۹-التفسیر المقاصدی لسور القرآن الکریم فی ظلال القرآن أنموذجا، صیدالفوائد ویب سائٹ پر نشر ہوئی ۱۴۳۵ھ۔

۲۰-احکام الشریعۃ بین التعبد والتعلیل قرأءۃ أصولیۃ فی تحقیق اقوال العلماء شائع کردہ دارالمقاصد للنشر والتوزیع القاہرۃ ۲۰۱۵ء۔

۲۱-التکوین العلمی للعلامۃ محمد الطاہر ابن عاشور، روافدہ واثرہ فی تکوین العقلیۃ العلمیۃ المجددۃ، یہ مقالہ ۲۰۱۴ء میں تونس میں الطاہر بن عاشور پر منعقد علمی کانفرنس کی پروسسنگ میں شائع ہوا۔

۲۲-القوۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ عناصرھا، ضوابطھا ومقاصدھا، سلطنت عمان میں تطور العلوم الفقہیۃ فی عامہا الثالث عشر، کی پروسیڈنگس میں شائع ہوا، جو" مشترک انسانی اسلامی فقہ" کے عنوان سے ۲۰۱۴ء میں منعقد ہوا۔

۲۳-مقدمات أصولیۃ فی ضبط العمل الشوری وترشیدہ شائع کردہ المعہد المصری للدراسات استنبول ۲۰۱۶ء۔

۲۴-نحو تفسیر مقاصدی للقرآن الکریم: رؤیۃ تأسیسیۃ لمنہج جدید فی تفسیر القرآن، یہی کتاب ہے جو آپ کے سامنے ہے (جس کا اردو ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے، مترجم)۔

۲۵-رؤی مقاصدیۃ فی أحداث عصریہ الجزء الاول، شائع کردہ دار المقاصد للطباعۃ والنشر والتوزیع القاہرہ ۲۰۱۶ء۔

۲۶-شیخ امام محمد الغزالی کی صدی تقریبات، دو جلدیں دوسروں کے اشتراک سے، اس کو بھی قاہرہ کے دار المقاصد للنشر والطباعۃ والتوزیع نے ۲۰۱۷ء میں شائع کیا۔

☆☆☆